ہمدرد شوریٰ پاکستان

مدیر اعلیٰ: قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان

محترمہ سعدیہ راشد

جون 2026

جلد............05

شمارہ:2026

موضوعِ فکر

”پری بجٹ 2026ء۔ معاشی چیلنجز اور ممکنہ حل“

............نکاتِ فکر ہمدرد شوریٰ............

اجلاس کراچی	03/جون 2026
اجلاس پشاور	09/جون 2026
اجلاس راولپنڈی/ اسلام آباد	02/جون 2026
اجلاس لاہور	03/جون 2026

ترتیب و پیشکش

ایونٹس/ پروگرام

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، مرکزی دفتر کراچی

16ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، پی ای سی ایچ ایس بلاک 2،

کراچی پاکستان75400 ٹیلی فون:021-38241611

مرتب کردہ:

ڈاکٹر ثناء غوری

رپورٹ

ڈاکٹر ثناء غوری کراچی

محمد نعمان قیوم پشاور

محمد امان اللہ نیازی راولپنڈی/اسلام آباد

سید علی بخاری لاہور

ہمدرد شوریٰ کے اراکین کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہمدرد شوریٰ۔ جون 2026ء
موضوعِ بحث:
''پری بجٹ 2026ء۔
معاشی چیلنجز اور ممکنہ حل''

وفاقی بجٹ 27-2026ء کی آمد سے قبل ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرِ اہتمام منعقدہ ہمدرد شوریٰ کے اجلاس میں ماہرینِ معیشت، صنعت کاروں، کاروباری شخصیات، دانشوروں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے شرکاء نے ملکی معیشت کو درپیش چیلنجز، ٹیکس نظام، سرمایہ کاری، ترسیلاتِ زر، غربت، روزگار اور پائیدار معاشی ترقی کے حوالے سے اپنے خیالات اور تجاویز پیش کیں۔ اجلاس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ معاشی استحکام کے لیے طویل المدتی پالیسیوں، شفاف طرزِ حکمرانی، منصفانہ ٹیکس نظام اور قومی سطح پر معاشی اتفاقِ رائے کو فروغ دینا ناگزیر ہے۔

ہمدرد شوریٰ کے اس اہم اجلاس کی کارروائی قومی اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہوئی اور الیکٹرانک میڈیا نے بھی اس کو بھرپور کوریج دی۔ اگرچہ اس رپورٹ کی اشاعت تک وفاقی بجٹ پیش کیا جا چکا ہوگا، تاہم یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اجلاس میں پیش کی جانے والی تعمیری آراء، سفارشات اور تجاویز حکومتی ایوانوں تک ضرور پہنچی ہوں گی اور پالیسی سازی کے عمل میں ان سے رہنمائی حاصل کی گئی ہوگی۔ ہمدرد شوریٰ ہمیشہ کی طرح قومی مسائل کے حل کے لیے مثبت مکالمے اور قابلِ عمل تجاویز فراہم کرنے کا اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے۔

موضوع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، ہمدرد شوریٰ پاکستان کی قومی صدر محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس جون 2026ء کے لیے ''پری بجٹ 2026ء معاشی چیلنجز اور ممکنہ حل'' کو موضوعِ بحث تجویز کیا۔ اس اجلاس کا انعقاد پاکستان کے مختلف شہروں، پشاور، راولپنڈی/اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں کیا گیا۔ مجلس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے کیا گیا۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان نے اپنے پیغام میں اراکینِ شوریٰ کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ پاکستان اس وقت مہنگائی، بڑھتے قرضوں، کمزور صنعتی پیداوار اور محدود ٹیکس نیٹ جیسے سنگین معاشی مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ اگرچہ بعض معاشی اشاریوں میں معمولی بہتری دیکھی جارہی ہے، تاہم عام آدمی اب بھی معاشی دباؤ کا شکار ہے۔ ایسے حالات میں بجٹ 2026ء محض مالیاتی دستاویز نہیں، بلکہ معاشی استحکام اور عوامی ریلیف کا اہم موقع ہے۔ معاشی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ زرعی اصلاحات، صنعتی ترقی، برآمدات میں اضافہ اور چھوٹے و درمیانے کاروبار کی حوصلہ افزائی کو ترجیح دی جائے۔ ساتھ ہی ٹیکس نظام کو شفاف اور وسیع بنایا جائے، تاکہ تمام بااثر طبقات منصفانہ انداز میں ٹیکس نیٹ میں شامل ہوں۔ افراطِ زر پر قابو پانے، غیر ضروری سرکاری اخراجات کم کرنے اور عوام پر مہنگائی کا بوجھ کم کرنے کے لیے مؤثر معاشی پالیسی ناگزیر ہے۔ آئی ایم ایف کی شرائط کے تناظر میں بھی ایسی متوازن حکمتِ عملی ضروری ہے جو کمزور طبقے کو مزید متاثر نہ ہونے دے۔ ہمدرد شوریٰ جیسے پلیٹ فارمز کا مقصد یہی ہے کہ قومی مسائل پر سنجیدہ مکالمہ ہو اور قابلِ عمل تجاویز اربابِ اختیار تک پہنچائی جائیں۔ اگر شفاف منصوبہ بندی اور قومی مفاد کو ترجیح دی جائے تو ایک مضبوط اور عوام دوست معیشت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ میں محترم اراکین ہمدرد شوریٰ سے ملتمس ہوں کہ وہ اس اجلاس میں شرکت فرمائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

ہمدرد شوریٰ (کراچی) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (کراچی) کا اجلاس صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان محترمہ سعدیہ راشد کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں محترم لیفٹنٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر (اسپیکر)، محترم کرنل (ر) مختار احمد بٹ (ڈپٹی اسپیکر)، محترم مظفر اعجاز، محترم پروفیسر ڈاکٹر عمران جاوید امین، محترم ظفر اقبال، محترم مبشر میر، محترم انجینئر ابن الحسن رضوی، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر تنویر خالد، محترمہ ہما بیگ، محترم بریگیڈیئر (ر) طارق خلیل، محترم پروفیسر ڈاکٹر عامر طاسین، محترمہ شہلا احمد، محترم سلطان چاولہ، محترم جسٹس (ر) ضیا پرویز، محترم پروفیسر ڈاکٹر امجد جعفری، محترم کموڈور (ر) سدید انور ملک، محترم انجینئر سید محمد صادق پرویز، محترم انور ایچ صدیقی اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان سے ڈائریکٹر پروگرامز اینڈ سی ایس آر محترم سید محمد ارسلان، سینئر منیجر پروگرامز اینڈ ایونٹس محترمہ ڈاکٹر ثناء غوری صاحبہ

نے شرکت فرمائی۔محترم محمد زبیر عمر (سابق گورنر سندھ و ماہر معاشیات) بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔

محترم محمد زبیر عمر نے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ معاشی ترقی کو عموماً تین بنیادی مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے مرحلے میں معیشت کو ڈیفالٹ یا شدید مالی بحران سے بچانا، دوسرے مرحلے میں استحکام حاصل کرنا اور تیسرے مرحلے میں پائیدار اقتصادی نمو کا حصول۔ پاکستان کا بنیادی چیلنج یہ رہا ہے کہ استحکام کا مرحلہ غیر معمولی طور پر طویل ہو گیا ہے، جس کے نتیجے میں حقیقی ترقی کی طرف پیش رفت سست روی کا شکار رہی ہے۔ استحکام کے اس طویل دورانیے میں سب سے زیادہ بوجھ عام شہری، متوسط طبقے اور کم آمدنی والے افراد پر پڑتا ہے، کیوں کہ اس دوران معاشی سرگرمیاں محدود رہتی ہیں، روزگار کے مواقع کم پیدا ہوتے ہیں اور غربت میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اس صورتحال میں صرف آمدنی بڑھانا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ اخراجات پر قابو پانا، وسائل کا مؤثر استعمال اور دیرپا معاشی اصلاحات بھی ناگزیر ہو جاتی ہیں۔

پاکستان کی آبادی میں سالانہ اضافہ تقریباً 2.6 فیصد ہے، جب کہ گزشتہ چند برسوں میں اوسط معاشی شرح نمو تقریباً 2.2 فیصد رہی ہے۔ جب معیشت کی رفتار آبادی کے بڑھنے کی شرح سے کم ہو جائے تو اس کا نتیجہ بے روزگاری میں اضافہ، غربت میں وسعت اور عوامی قوتِ خرید میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ملک کی تقریباً نصف آبادی غربت کی لکیر کے قریب یا اس سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ ایسے حالات میں یہ سوال مزید اہم ہو جاتا ہے کہ اگر موجودہ ٹیکس نظام کے تحت ہی عوام، صنعت اور کاروباری طبقہ شدید دباؤ کا شکار ہے تو مزید بوجھ کس حد تک قابلِ برداشت ہو سکتا ہے۔ عوامی مسائل کا بنیادی حل روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع کی فراہمی ہے، جو بالعموم کارپوریٹ اور نجی شعبہ پیدا کرتا ہے۔ تاہم خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں پاکستان کا کاروباری ماحول زیادہ چیلنجز کا شکار ہے، جس کی وجہ سے مقامی صنعت اور برآمد کنندگان کے لیے عالمی منڈیوں میں مسابقت مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کا براہِ راست اثر برآمدات پر پڑتا ہے۔ برآمدات کسی بھی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، کیوں کہ یہی شعبہ ملک کے لیے زرمبادلہ پیدا کرتا ہے، روزگار کے مواقع بڑھاتا ہے اور صنعتی ترقی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر برآمدات میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو تو معاشی نمو کو مستحکم بنیادوں پر آگے بڑھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ملک میں ٹیکسوں کی شرح پہلے ہی خطے کے کئی ممالک کے مقابلے میں زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح شرحِ سود بھی کاروباری سرگرمیوں پر گہرا اثر ڈالتی ہے، جو اس وقت نسبتاً بلند سطح پر ہے۔ جب کاروبار کے لیے قرض لینا مہنگا ہو، بجلی کے نرخ زیادہ ہوں اور ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جائے تو اس کے نتیجے میں سرمایہ کاری، صنعتی پیداوار اور مجموعی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔

لیفٹننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر نے فرمایا کہ پاکستان کا بنیادی معاشی مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے اخراجات اس کی آمدنی سے کہیں زیادہ ہیں۔ حکومتی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، جب کہ ٹیکس وصولیوں اور دیگر ذرائع آمدن میں اس رفتار سے اضافہ نہیں ہو رہا۔ اسی عدم توازن کے باعث بجٹ کی منظوری کے پہلے ہی دن سے ملک کو بڑے مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہر سال بجٹ مباحثوں میں یہ تجاویز سامنے آتی ہیں کہ ٹیکس نیٹ کو وسیع کیا جائے، نئے شعبوں کو ٹیکس کے دائرے میں لایا جائے، برآمدات میں اضافہ کیا جائے اور مجموعی آمدن کو بہتر بنایا جائے۔ تاہم دوسری جانب سرکاری اخراجات میں کمی، کفایت شعاری اور مالی نظم و ضبط کے اقدامات پر نسبتاً کم توجہ دی جاتی ہے، حالانکہ پائیدار معاشی استحکام کے لیے یہ پہلو نہایت اہم ہیں۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو چین ایک وقت میں پاکستان سے کہیں زیادہ غریب ملک تھا۔ اس دور میں چین کی فی کس آمدنی کم تھی اور غربت کی شرح بھی زیادہ تھی۔ ایک موقع پر شدید زلزلے کے بعد عالمی برادری نے چین کو امداد، خوراک اور ادویات فراہم کرنے کی پیشکش کی، تاہم چینی قیادت نے بیرونی انحصار کے بجائے خود انحصاری اور داخلی وسائل کے مؤثر استعمال کو ترجیح دی۔ چین نے سادگی، محنت اور طویل المدتی معاشی منصوبہ بندی کو اپنی پالیسیوں کی بنیاد بنایا۔ کفایت شعاری اور بچت کے ذریعے حاصل ہونے والے وسائل کو صنعتوں کے قیام، بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور پیداواری شعبوں کی مضبوطی پر خرچ کیا گیا۔ اسی مستقل اور منظم حکمت عملی کے

نتیجے میں چین ایک مضبوط اور مستحکم عالمی معاشی طاقت کے طور پر اُبھرا۔
موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔
☆ بجلی کی پیداوار، ترسیل اور تقسیم کے نظام کا جامع آڈٹ کیا جائے، تاکہ توانائی کے شعبے میں موجود خامیوں اور اضافی اخراجات کی نشاندہی ہو سکے۔
☆ بجلی کی قیمتوں میں اضافے کے اسباب کا شفاف جائزہ لیا جائے اور ذمے دار عوامل کے تعین کے لیے مؤثر احتسابی نظام قائم کیا جائے۔
☆ توانائی کے شعبے میں انتظامی اصلاحات متعارف کروا کر بجلی کی پیداواری لاگت میں کمی لائی جائے۔
☆ صنعتی اور زرعی شعبوں کو مسابقتی نرخوں پر توانائی فراہم کی جائے، تاکہ پیداواری لاگت کم اور معاشی سرگرمیاں بڑھ سکیں۔
☆ زرعی پالیسیوں پر مؤثر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے، تاکہ حکومتی اعلانات اور زمینی حقائق کے درمیان فرق ختم ہو۔
☆ کسانوں سے گندم اور دیگر اہم فصلوں کی خریداری مقررہ امدادی قیمتوں پر بروقت کی جائے، تاکہ انھیں مالی نقصان سے بچایا جا سکے۔
☆ زرعی شعبے کے لیے ایک پائیدار اور قابلِ اعتماد مارکیٹنگ نظام تشکیل دیا جائے، تاکہ کسان اپنی پیداوار کا مناسب معاوضہ حاصل کر سکیں۔
☆ دیہی معیشت کو مضبوط بنانے کے لیے کسانوں کو مالی، تکنیکی اور مارکیٹنگ سہولیات فراہم کی جائیں۔
☆ غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے زرعی پیداوار میں اضافے اور فصلوں کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔
☆ قومی وسائل کے استعمال میں شفافیت اور جوابدہی کو فروغ دیا جائے، تاکہ مالی وسائل کا ضیاع روکا جا سکے۔
☆ معاشی منصوبہ بندی میں طویل المدتی حکمتِ عملی اختیار کی جائے، تاکہ توانائی اور خوراک سے متعلق بحرانوں سے بروقت نمٹا جا سکے۔
☆ حکومتی پالیسیوں کی نگرانی اور جائزے کا مؤثر نظام قائم کیا جائے، تاکہ فیصلوں کے نتائج اور اثرات کا مسلسل جائزہ لیا جا سکے۔
☆ غیر دستاویزی (بلیک) معیشت کو مرحلہ وار ٹیکس نیٹ میں شامل کیا جائے، تاکہ محصولات میں اضافہ ہو اور ٹیکسوں کا بوجھ محدود طبقات پر نہ پڑے۔
☆ ٹیکس وصولی کے نظام میں جدید ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل ڈیٹا کا مؤثر استعمال کیا جائے، تاکہ ٹیکس چوری کی روک تھام ممکن ہو سکے۔
☆ بجلی، گیس، ٹیلی فون، بینکاری اور دیگر سرکاری ریکارڈز کو باہم مربوط کر کے معاشی سرگرمیوں کی درست نگرانی کی جائے۔
☆ ٹیکس نیٹ کو وسیع کر کے زیادہ سے زیادہ قابلِ ٹیکس افراد اور شعبوں کو اس میں شامل کیا جائے۔
☆ تنخواہ دار طبقے پر غیر متناسب ٹیکس بوجھ کم کیا جائے اور تمام شعبوں سے منصفانہ انداز میں ٹیکس وصول کیا جائے۔
☆ سرکاری اخراجات، مراعات اور غیر ضروری انتظامی سہولیات پر نظرِ ثانی کر کے کفایت شعاری کو فروغ دیا جائے۔
☆ تعلیم کے شعبے میں سرمایہ کاری بڑھا کر انسانی وسائل کی استعداد کار میں اضافہ کیا جائے۔
☆ بچوں میں غذائی کمی (Stunting) اور صحت کے مسائل کے خاتمے کے لیے خصوصی قومی پروگرام تشکیل دیے جائیں۔
☆ بیرونی قرضوں پر انحصار کم کرنے کے لیے داخلی وسائل کو مؤثر انداز میں بروئے کار لایا جائے۔
☆ محصولات میں اضافے کے لیے براہِ راست ٹیکسوں کے نظام کو مضبوط اور مؤثر بنایا جائے۔
☆ حکمرانی کے نظام میں اصلاحات لا کر فیصلہ سازی، انتظامی کارکردگی اور مالی نظم وضبط کو بہتر بنایا جائے۔
☆ معاشی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے مضبوط سیاسی عزم اور تسلسل کو یقینی بنایا جائے، تاکہ اصلاحات کے مثبت نتائج حاصل ہو سکیں۔
☆ ٹیکس نظام کو سادہ، شفاف اور منصفانہ بنایا جائے، تاکہ ہر فرد اور ادارہ اپنی حقیقی آمدنی کے مطابق ٹیکس ادا کرے اور بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ کم ہو۔
☆ حکومت غیر ضروری اخراجات میں کمی لا کر کفایت شعاری کو فروغ دے اور سرکاری وسائل کے مؤثر استعمال کو یقینی بنائے۔
☆ عوام کا اعتماد بحال کرنے کے لیے معاشی پالیسیوں میں شفافیت اور جوابدہی کو فروغ دیا جائے۔
☆ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں استحکام کے

لیے ایسی پالیسی اختیار کی جائے جس سے کاروباری طبقہ اورعوام بہتر منصوبہ بندی کرسکیں۔
☆ پیٹرولیم ڈویلپمنٹ لیوی اور دیگر محصولات سے حاصل ہونے والی رقوم کے استعمال کی تفصیلات عوام کے سامنے لائی جائیں، تاکہ شفافیت اوراعتماد میں اضافہ ہو۔
☆ چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار (SMEs) کوآسان قرضوں،ٹیکس مراعات اور سازگار پالیسیوں کے ذریعےفروغ دیاجائے۔
☆ مقامی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو،روزگار کے مواقع پیدا ہوں اوردرآمدات پرانحصارکم ہو۔
☆ زرعی شعبے کوجدیدسہولیات،تحقیق اورمناسب حکومتی سرپرستی فراہم کی جائے،تاکہ غذائی تحفظ اورمعاشی استحکام کویقینی بنایاجاسکے۔
☆نقل وحمل اورتوانائی کے شعبوں میں استحکام پیدا کر کے کاروباری سرگرمیوں کے لیے سازگار ماحول فراہم کیاجائے۔
☆ مقامی مصنوعات اور مقامی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ ملکی معیشت مضبوط اورخودانحصاربن سکے۔
☆برآمدات میں اضافہ قومی معاشی حکمتِ عملی کا مرکزی ہدف بنایا جائے، تاکہ تجارتی خسارے میں کمی لائی جاسکے۔
☆غیرضروری اورلگژری درآمدات کی حوصلہ شکنی کر کےزرمبادلہ کےذخائرپردباؤکم کیاجائے۔
☆بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کے لیے سرمایہ کاری کے محفوظ اور پُرکشش مواقع پیدا کیے جائیں،تاکہ ان کی مالی شراکت بڑھ سکے۔

☆اوورسیز پاکستانیوں کوقومی ترقیاتی منصوبوں اورمعاشی پالیسی سازی میں مؤثر انداز سے شامل کیاجائے۔
☆ قرضوں پر انحصارکم کرنے کے لیے مالیاتی نظم وضبط اور خودانحصاری پرمبنی معاشی پالیسی اختیارکی جائے۔
☆محصولات میں اضافے کے لیےمعیشت کی دستاویزی شکل کوفروغ دیاجائے اورٹیکس نیٹ کو وسعت دی جائے۔
☆ قومی وسائل اور سرکاری اخراجات کے درمیان توازن قائم کر کے بجٹ خسارے کوکم کیاجائے۔
☆ معاشی فیصلوں میں تجربہ کار ماہرینِ معاشیات،محققین اور پالیسی ماہرین کی آراءکو ترجیح دی جائے۔
☆ پالیسی سازی کےعمل میں تخصص اور پیشہ ورانہ مہارت کوبنیادی معیار بنایاجائے۔
☆ کرپشن اور مالی بے ضابطگیوں کی روک تھام کے لیے شفافیت،ڈیجیٹل نگرانی اورمؤثر احتسابی نظام کومضبوط بنایاجائے۔
☆ سرکاری اداروں میں کارکردگی اور جوابدہی کے نظام کو بہتر بنا کرقومی وسائل کے ضیاع کو روکا جائے۔
☆ طویل المدتی معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے برآمدات،سرمایہ کاری اورروزگار کےمواقع میں پائیدار اضافہ کیاجائے۔
☆ترسیلاتِ زرکومحض کھپت کے بجائے پیداواری اورترقیاتی منصوبوں کی جانب راغب کرنے کے لیےخصوصی پالیسی متعارف کرائی جائے۔

☆مالی استحکام کے لیے''آمدن کے مطابق اخراجات'' کے اُصول کوحکومتی مالیاتی پالیسی کا بنیادی حصہ بنایاجائے۔
☆پہلے سے ٹیکس ادا کرنے والے طبقات پر مزید بوجھ ڈالنے کے بجائے نئے شعبوں کوٹیکس نیٹ میں شامل کیاجائے۔
☆جائیداد اور غیر پیداواری سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والےفوائد پرمؤثر اورمنصفانہ ٹیکس پالیسی وضع کی جائے۔
☆ٹیکس وصولی کے نظام میں مصنوعی ذہانت (AI)اورجدیدٹیکنالوجی کااستعمال بڑھایاجائے۔
☆نادرا، یوٹیلیٹی بلز، سفری ریکارڈ اور دیگر دستیاب ڈیٹا کومربوط کر کے مالی استطاعت کا درست اندازہ لگایاجائے۔
☆مالی حیثیت اورحقیقی آمدنی کی بنیاد پرٹیکس عائدکرنے کانظام متعارف کرایاجائے۔
☆ٹیکس نیٹ کو وسعت دے کر ان افراد اور شعبوں کوشامل کیا جائے جو اب تک محصولات کےنظام سے باہرہیں۔
☆غیردستاویزی اثاثوں اورغیرظاہرشدہ آمدنی کی نشاندہی کے لیے ڈیجیٹل نگرانی کے نظام کو مضبوط بنایاجائے۔
☆محصولات میں اضافے کے لیےٹیکس کی شرح بڑھانے کے بجائےٹیکس دہندگان کی تعداد میں اضافہ کیاجائے۔
☆کم اورمتوسط آمدنی والےطبقات کواضافی مالی بوجھ سے بچاتے ہوئے ٹیکس پالیسی میں معاشی انصاف کویقینی بنایاجائے۔
☆شفاف، ڈیٹا پرمبنی اورٹیکنالوجی سے مزین

ٹیکس نظام کے ذریعے حکومتی آمدن اور عوامی اعتماد دونوں میں اضافہ کیا جائے۔

☆پاکستان کی جغرافیائی اسٹریٹجک لوکیشن کو معاشی ٹرانزٹ اور تجارتی حب بنانے کے لیے مؤثر پالیسی اپنائی جائے۔

☆خطے میں بدلتی ہوئی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علاقائی تجارت اور معاشی روابط کو وسعت دی جائے۔

☆قدرتی وسائل خصوصاً کوئلے اور معدنی ذخائر کو صرف توانائی کے بجائے ویلیو ایڈیشن کے لیے استعمال کیا جائے۔

☆خام مال کو مقامی سطح پر صنعتی اور کیمیکل مصنوعات میں تبدیل کرنے کے لیے جدید صنعتی زونز قائم کیے جائیں۔

☆صنعتی ترقی کے لیے غیر ملکی ٹیکنالوجی کی منتقلی (Technology Transfer) کو ترجیح دی جائے۔

☆بڑے صنعتی منصوبوں کے ذریعے برآمدات میں اضافہ اور زرمبادلہ کے نئے ذرائع پیدا کیے جائیں۔

☆زرعی شعبے میں فوڈ پروسیسنگ انڈسٹری کو فروغ دے کر زرعی مصنوعات کی ویلیو بڑھائی جائے۔

☆لائیو اسٹاک اور زرعی مصنوعات کے لیے جدید پروسیسنگ یونٹس قائم کیے جائیں، تاکہ دیہی آمدن میں اضافہ ہو۔

☆پاکستان کی بندرگاہوں اور جغرافیائی محلِ وقوع کو علاقائی تجارت کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جائے۔

☆چین، وسطی ایشیا اور دیگر علاقائی منڈیوں تک رسائی کے لیے تجارتی راہداریوں کو مؤثر بنایا جائے۔

☆طویل المدتی صنعتی اور اقتصادی منصوبہ بندی کے ذریعے پالیسیوں میں تسلسل کو یقینی بنایا جائے۔

☆ادارہ جاتی ہم آہنگی، شفافیت اور بہتر حکمرانی کے ذریعے ترقیاتی منصوبوں کے مؤثر نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

☆معاشی ترقی کے لیے وسائل سے زیادہ ان کے درست استعمال اور مؤثر انتظام کو بنیادی ترجیح دی جائے۔

ہمدرد شوریٰ (پشاور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (پشاور) کے اجلاس میں پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام (اسپیکر)، محترم سید مشتاق حسین شاہ بخاری (ڈپٹی اسپیکر)، محترم ڈاکٹر سعید انور، محترم قاری شاہد اعظم الازہری، محترم پروفیسر حامد محمود، محترم حاجی غلام مصطفیٰ، محترم ڈاکٹر صادق الرحمٰن، محترمہ ناز پروین، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (پشاور) سے محترم محمد خالد اور محترم عابد شاہ نے شرکت کی۔ پروفیسر ڈاکٹر ذلاکت خان (سابق چیئرمین اکنامکس ڈیپارٹمنٹ، یونی ورسٹی آف پشاور) کو بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا کہ استحصال سے پاک معاشرے کا قیام اسلامی نظامِ معیشت سے ہی ممکن ہے۔ یکم جولائی 1948ء کو بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی تاریخی تقریر میں واضح کیا تھا کہ دنیا میں رائج سرمایہ دارانہ اور دیگر معاشی نظام انسانیت کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہے ہیں، بلکہ ان نظاموں نے انسان کو مزید معاشی اور سماجی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ قائداعظم نے اس موقع پر زور دیا تھا کہ پاکستان کو ایسا معاشی نظام اختیار کرنا چاہیے جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو، کیوں کہ اسلامی نظامِ معیشت ہی ایک ایسے فلاحی اور استحصال سے پاک معاشرے کی بنیاد فراہم کرسکتا ہے جہاں انصاف، مساوات اور عوامی خوشحالی کو یقینی بنایا جا سکے۔

مہمانِ مقرر پروفیسر ڈاکٹر ذلاکت خان نے اپنے کلیدی خطاب میں مذکورہ موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اس وقت شدید معاشی چیلنجز سے گزر رہا ہے۔ بڑھتے ہوئے قرضے، بجٹ خسارہ، توانائی بحران، بے روزگاری، مہنگائی، تجارتی خسارہ اور سیاسی عدم استحکام جیسے مسائل نے ملکی معیشت کو شدید دباؤ میں ڈال دیا ہے۔ پاکستان کو اس وقت سب سے زیادہ مشکل بڑھتے ہوئے قرضوں کا مسئلہ ہے۔ ملک کے مجموعی قرضے خطرناک حد تک بڑھ چکے ہیں اور قرضوں کا تناسب قومی پیداوار یعنی جی ڈی پی کے تقریباً 76 فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ اگر کسی ملک کے قرضے اس حد تک بڑھ جائیں تو معیشت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں صورتحال یہ ہے کہ حکومت اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے مسلسل قرضے لے رہی ہے جب کہ پرانے قرضوں کی ادائیگی کے لیے بھی نئے قرضوں کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ موجودہ اعداد و

شمار کے مطابق پاکستان کا ہر شہری اوسطاً تقریباً 3لاکھ 33ہزار روپے کا مقروض ہے۔ مجموعی قرضہ 80.5ٹریلین روپے سے تجاوز کر چکا ہے جب کہ بعض معاشی رپورٹس کے مطابق یہ 97ہزار 307ارب روپے تک پہنچ چکا ہے۔ بجٹ خسارہ بھی پاکستان کے بڑے معاشی مسائل میں شامل ہے۔ بجٹ خسارہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حکومت کی آمدن اس کے اخراجات سے کم ہو۔ پاکستان میں اخراجات مسلسل بڑھ رہے ہیں جب کہ آمدن محدود ہے۔ اسی وجہ سے حکومت کو اپنے معاملات چلانے کے لیے بیرونی اور اندرونی قرضوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ سود کی ادائیگی، دفاعی اخراجات اور حکومتی انتظامی امور بجٹ کا بڑا حصہ کھا جاتے ہیں، جس کے بعد ترقیاتی کاموں کے لیے بہت کم وسائل بچتے ہیں۔ پاکستان کو بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے کا بھی سامنا ہے۔ گزشتہ گیارہ ماہ کے دوران تجارتی خسارہ بڑھ کر 34.76بلین ڈالر تک پہنچ چکا ہے جب کہ اندازہ ہے کہ جون کے اختتام تک اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ پاکستان کی درآمدات برآمدات سے کہیں زیادہ ہیں، جس کے باعث زرمبادلہ کے ذخائر دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔ صنعتی پیداوار میں کمی، مہنگی توانائی اور عالمی منڈی میں مقابلے کی کمزور صلاحیت بھی تجارتی خسارے کی بڑی وجوہات ہیں۔ توانائی بحران پاکستان کی معیشت کے لیے ایک سنگین خطرہ بن چکا ہے۔ بجلی کے شعبے میں قرضوں کا دائرہ مسلسل بڑھ رہا ہے۔ آئی پی پیز کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کے تحت حکومت کو بجلی کی پیداواری صلاحیت کے مطابق ادائیگیاں کرنا پڑتی ہیں، چاہے بجلی استعمال ہو یا نہ ہو۔ ان معاہدوں کی وجہ سے بجلی کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اور صنعتی شعبہ شدید متاثر ہوا ہے۔ مہنگی بجلی کی وجہ سے پیداواری لاگت بڑھ گئی ہے اور پاکستانی مصنوعات عالمی مارکیٹ میں دیگر ممالک کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ معیشت کی غیر دستاویزی صورتحال بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بڑی معاشی سرگرمیاں رجسٹرڈ نہیں ہیں اور زیادہ تر لین دین نقد رقم میں کیا جاتا ہے۔ ٹیکس نیٹ محدود ہونے کی وجہ سے حکومت کی آمدن کم رہتی ہے۔ پاکستان میں زیادہ تر ٹیکس بالواسطہ یعنی ان ڈائریکٹ ٹیکسز کی صورت میں وصول کیے جاتے ہیں۔ ان ٹیکسوں کا بوجھ براہِ راست عام اور متوسط طبقے پر پڑتا ہے جب کہ امیر طبقہ نسبتاً کم متاثر ہوتا ہے۔ ڈائریکٹ ٹیکسز کے نظام کو مضبوط بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ غربت، مہنگائی اور بے روزگاری نے بھی عوام کی مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے۔ افراطِ زر میں اضافے کے باعث اشیائے ضروریہ کی قیمتیں مسلسل بڑھ رہی ہیں جب کہ لوگوں کی قوتِ خرید کم ہو رہی ہے۔ متوسط اور غریب طبقہ شدید معاشی دباؤ کا شکار ہے۔ آمدن کا بڑا حصہ تعلیم، صحت اور روزمرہ ضروریات پر خرچ ہو جاتا ہے جس کے باعث بچت اور سرمایہ کاری کم ہو جاتی ہے۔ سرمایہ کاری کم ہونے سے روزگار کے مواقع بھی محدود ہو جاتے ہیں اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ برین ڈرین کے مسئلے پر بھی روشنی ڈالی۔ پاکستان کے نوجوان اعلیٰ تعلیم اور تربیت حاصل کرنے کے بعد بہتر مواقع کی تلاش میں بیرونِ ملک منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس صورتحال کو عمومی طور پر برین ڈرین کہا جاتا ہے، تاہم بعض ماہرین اسے برین گین بھی قرار دیتے ہیں، کیوں کہ بیرون ملک پاکستانی ترسیلات زر کی صورت میں ملک کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سیاسی عدم استحکام کو بھی معاشی مسائل کی ایک بڑی وجہ قرار دیا گیا۔ حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ معاشی پالیسیاں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں، جس کے باعث پالیسیوں میں تسلسل قائم نہیں رہتا۔ انھوں نے کہا کہ تمام سیاسی جماعتوں، اداروں اور اسٹیک ہولڈرز کو مل کر میثاقِ معیشت کرنا چاہیے، تاکہ کم از کم 30سال کے لیے ایک مستقل معاشی پالیسی مرتب کی جا سکے جس پر ہر حکومت عمل کرنے کی پابند ہو۔ بجٹ دراصل حکومت کی مالیاتی دستاویز ہوتی ہے جس میں آمدن اور اخراجات کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں بجٹ کا بڑا حصہ قرضوں کی ادائیگی، سود اور دفاعی اخراجات پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اسٹیٹ بینک کی بلند شرح سود کی پالیسی بھی معاشی سرگرمیوں کو متاثر کرتی ہے۔ جب حکومت 20سے 22فیصد شرح سود پر قرض لیتی ہے تو بجٹ کا بڑا حصہ سود کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے۔ آئی ایم ایف پاکستان پر ٹیکس بڑھانے، بجلی مہنگی کرنے اور معاشی اصلاحات نافذ کرنے کے لیے دباؤ ڈالتا ہے۔ بعض حلقوں کے مطابق اس سے پاکستان کی معاشی خودمختاری متاثر ہو رہی ہے۔ پاور سیکٹر میں اصلاحات، لائن لاسز میں کمی، پانی کے ذخائر

اور ڈیموں کی تعمیر، ٹیکس نیٹ میں اضافہ، براہِ راست ٹیکسوں کا فروغ، صنعتوں کی حوصلہ افزائی، خسارے میں چلنے والے اداروں کی نجکاری اور آئی ٹی سیکٹر پر توجہ دینے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ بے روزگاری اور مہنگائی پر قابو پانے کے لیے صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری بھی اہم ہے۔ پاکستان میں سیاسی استحکام، شفاف پالیسی سازی، مضبوط ادارے اور معاشی پالیسیوں میں تسلسل پیدا کرلیا جائے تو ملک اپنی معیشت کو مستحکم کرسکتا ہے اور ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

☆ بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی رقوم ان کی سخت محنت کا نتیجہ ہوتی ہیں، تاہم اکثر یہ رقوم غیر پیداواری اخراجات میں صرف ہو جاتی ہیں، جس کے باعث کئی سال بیرونِ ملک کام کرنے کے باوجود خاندانوں کی معاشی حالت میں نمایاں بہتری نہیں آتی۔

☆ ترسیلاتِ زر سے حقیقی فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انہیں سرمایہ کاری، کاروبار، تعلیم یا دیگر پیداواری مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔

☆ حکومت کے مالی وسائل کا بڑا حصہ قرضوں، ٹیکسوں اور دیگر ذرائع سے حاصل ہوتا ہے، جب کہ حکومتی اخراجات اور ترقیاتی منصوبے بھی انہی وسائل سے پورے کیے جاتے ہیں۔

☆ بعض ماہرین کے مطابق سرکاری عہدوں پر موجودگی کے دوران اصلاحات نہ کرنا اور بعد میں تنقید کرنا ایک عمومی رویہ بن چکا ہے، جس سے عوام میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔

☆ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ بجٹ اور ٹیکسوں کا بوجھ زیادہ تر عام شہریوں پر ڈالا جاتا ہے، جب کہ حکومتی اخراجات اور مراعات میں خاطر خواہ کمی نہیں کی جاتی۔

☆ حکومتی سطح پر غیر ضروری اخراجات، پروٹوکول اور شاہ خرچیوں کے بارے میں عوامی تحفظات موجود ہیں، جنھیں کم کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ ٹیکس نظام کو زیادہ شفاف، منصفانہ اور مؤثر بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ عوام کو اپنے ٹیکسوں کے بدلے واضح فوائد نظر آئیں۔

☆ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے لیے مختص رقم وقت کے ساتھ نمایاں طور پر بڑھ چکی ہے، جب کہ بعض ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مالی امداد کے ساتھ ساتھ روزگار کے مواقع پیدا کرنے پر بھی توجہ دی جانی چاہیے۔

☆ پاکستان میں ہر شہری کسی نہ کسی صورت میں ٹیکس ادا کرتا ہے، تاہم براہِ راست ٹیکس کے نظام کو مزید مؤثر اور آسان بنانے کی ضرورت ہے۔

☆ پیچیدہ ٹیکس نظام کی وجہ سے بہت سے لوگ ٹیکس دینے سے گریز کرتے ہیں، اس لیے نظام میں سادگی اور سہولت پیدا کرنا ضروری ہے۔

☆ غربت، بے روزگاری اور معاشی مشکلات کے حل کے لیے پالیسیوں کے تسلسل، طویل المدتی منصوبہ بندی اور قومی سطح پر معاشی اتفاقِ رائے ناگزیر ہے۔

☆ اسلامی معاشی نظام کو ایک متبادل ماڈل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، تاہم اس پر مزید تحقیق، عملی منصوبہ بندی اور مؤثر نفاذ کی ضرورت ہے۔

☆ سیاسی عدم استحکام اور مخلوط حکومتوں کے باعث فیصلہ سازی اور پالیسیوں کے نفاذ میں بعض اوقات تاخیر پیدا ہو جاتی ہے، جس سے معاشی اصلاحات متاثر ہوتی ہیں۔

☆ پائیدار معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ قومی وسائل کا مؤثر استعمال کیا جائے اور طویل المدتی معاشی حکمتِ عملی اپنائی جائے۔

☆ برین ڈرین سے مراد تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد کا بہتر مواقع کی تلاش میں بیرونِ ملک منتقل ہونا ہے، جس سے ملک اپنی قابل افرادی قوت سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆ بعض ماہرین برین ڈرین کو جزوی طور پر برین گین بھی قرار دیتے ہیں، کیوں کہ بیرونِ ملک مقیم ماہرین ترسیلاتِ زر بھیجتے ہیں اور جدید علم و تجربہ حاصل کرتے ہیں۔

☆ اگر بیرونِ ملک مقیم ہنر مند افراد وطن واپس آ کر اپنی مہارت، سرمایہ اور تجربہ ملک کی ترقی کے لیے استعمال کریں تو یہ عمل قومی معیشت کے لیے زیادہ سود مند ثابت ہوسکتا ہے۔

☆ معاشی استحکام کے لیے مضبوط ادارے، مستقل پالیسیاں، شفاف طرزِ حکمرانی اور قومی مفاد پر مبنی فیصلے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/اسلام آباد) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/اسلام آباد) کے اجلاس میں محترم امتیاز حیدر (اسپیکر)، محترم نعیم اکرم

قریشی، محترم حکیم بشیر بھیروی، محترم نسیم سحر، محترم ڈاکٹر فرحت عباس، محترمہ سلمیٰ قاصر، محترم اقبال ناصری، محترم انجینئر مظفر اقبال، محترم ڈاکٹر محمود الرحمٰن اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (راولپنڈی/اسلام آباد) سے محترم امان نیازی نے شرکت کی۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے بعد مہمان مقرر اور فاضل اراکین شوریٰ کی آراء سے مندرجہ ذیل نکات مرتب کیے گئے۔

☆حکومت کی اوّلین ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ وہ عام آدمی کو معاشی دباؤ سے نکالنے اور اسے بنیادی ضروریاتِ زندگی تک رسائی کے زیادہ سے زیادہ امکانات فراہم کیے جائیں اور یہ ریاست کے بنیادی اور اہم فرائض میں شامل ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے زراعت کے شعبے میں ریفارمز کی ضرورت ہے۔ کسان کو سہولیات اور مواقع فراہم کیے جائیں۔ صنعتیں لگانا بھی اہم ہے، لیکن انھیں برقرار رکھنا بھی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں چھوٹے کاروبار کے لیے متوسط طبقے کو آسان اقساط پر قرضے فراہم کیے جائیں۔ حکمرانوں کے غیر ملکی دوروں کا اعلیٰ سطح پر جائزہ لینے کے بعد ان کی ضروریات کا تعین کیا جانا ضروری ہے معاشی دباؤ سے نکلنے کے لیے آئندہ بجٹ میں زراعت، تعلیم اور صحت کا بجٹ بڑھایا جائے۔ پاکستان ایک خوبصورت اور قدرتی مناظر سے مالا مال ملک ہے۔

سیر و سیاحت کے محکمے کو چاہیے کہ وہ سیاحت کے لیے اقدامات کریں۔ سیاحتی مقامات پر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کی جائیں، تاکہ بیرونِ ممالک سے آنے والے سیاح زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوسکیں۔ سیاحت کا ملک کی معیشت کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ثابت ہوسکتا ہے۔

☆بجٹ 2026ء عوام دوست اور جس حد تک ممکن ہو ٹیکس فری ہونا چاہیے۔ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع فراہم ہونے چاہئیں۔ زراعت پر ہمارا زیادہ انحصار ہے کسانوں کو جدید تکنیکی مہارتوں سے آگاہی فراہم کی جائے۔ اجناس، پھلوں اور کپاس کی برآمدات کو بڑھایا جائے۔ درآمدات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ تعلیم صحت اور ڈیجیٹل معیشت کے لیے وسائل پیدا کیے جائیں۔ ٹیکس چوری کو روکا جائے۔ توانائی کے متبادل اور سستے ذرائع اختیار کرکے مہنگی مصنوعات کی تیاری سے نجات حاصل کی جائے۔ مالی توازن، معاشی انصاف، روزگار کے مواقع اور پائیدار ترقی کو یقینی بنایا جائے۔ ترقیاتی منصوبوں کی سالانہ ترقی عوام کے سامنے رکھی جائے۔ انڈسٹریل اسٹیٹ کے لیے ایسے مواقع فراہم کیے جائیں، تاکہ انویسٹر کو سہولت میسّر ہوسکے۔

☆سب سے بڑا مسئلہ ہم پر آئی ایم ایف کا غلبہ ہے۔ حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں ہے یہ 190 ممالک پر مشتمل ایک آزاد ادارہ ہے۔ جب کسی رکن ملک کو ادائیگیوں کے توازن یا معاشی بحران کا سامنا ہو تو یہ کڑی شرائط پر قرض فراہم کرتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ بجٹ سازی کے عمل میں صرف محصولات کے اہداف کو ہی مدِنظر نہ رکھے بلکہ معاشی سرگرمیوں کے فروغ، صنعت و تجارت کی ترقی، زرعی شعبے کی بحالی، روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور سماجی نظام کے تحفظ کو مضبوط بنانے پر بھی توجہ دے۔ معاشی استحکام کا حقیقی راستہ صرف ٹیکسوں کے اضافے سے نہیں، بلکہ پیداوار، برآمدات اور سرمایہ کاری میں اضافے سے ہموار ہوگا۔ آج وقت کا یہی تقاضا ہے کہ وفاق، صوبے، سیاسی جماعتیں اور معاشی پالیسی ساز ایک مشترکہ قومی حکمت عملی پر متفق ہوں۔ آئی ایم ایف کے ساتھ معاملات ضرور طے کیے جائیں، مگر ایسے فیصلوں سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے جو غریب اور متوسط طبقے کے لیے ناقابلِ برداشت ہوں۔ عوام پہلے ہی غربت اور مہنگائی کے شکنجے میں ہیں آنے والا بجٹ اگر ان کی مشکلات میں کمی کا باعث نہیں بنتا تو کم از کم ان میں مزید اضافہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ یہی ایک عوام دوست اور معاشی پالیسی کا بنیادی تقاضا ہے۔

☆پاکستان اس وقت کئی معاشی چیلنجز سے دو چار ہے جن کے حل کے لیے ایک متوازن، حقیقت پسندانہ اور عوام دوست بجٹ ناگزیر ہے۔ پاکستان کی معیشت کو درپیش اہم مسائل میں مہنگائی، بے روزگاری، کمزور صنعتی پیداوار، بڑھتا ہوا مالیاتی خسارہ، قرضوں کا بوجھ اور توانائی کے شعبے کے مسائل شامل ہیں۔ مہنگائی نے عام آدمی کی قوتِ خرید کو شدید متاثر کیا ہے۔ ان حالات میں آئندہ بجٹ کے لیے چند اہم اقدامات تجویز کیے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے ٹیکس نظام کو سادہ، شفاف اور منصفانہ بنایا جائے، تاکہ نئے افراد اور کاروباری حضرات کو ٹیکس نیٹ میں شامل

کیا جاسکے۔توانائی کے شعبوں میں اصلاحات، قابلِ تجدید توانائی کے فروغ اور گردشی قرضوں میں کمی کے لیے عملی اقدامات بھی ضروری ہیں۔تعلیم،صحت اور فنی تربیت کے شعبوں میں سرمایہ کاری کو ترجیح دی جانی چاہیے، کیوں کہ انسانی وسائل کی ترقی ہی پائیدار معاشی نمو کی بنیاد ہے اسی طرح ڈیجیٹل معیشت،آئی ٹی سیکٹر اور نوجوانوں کے لیے کاروباری مواقع پیدا کرنے سے ملکی معیشت کو نئی جہت مل سکتی ہے۔غیر ضروری اخراجات میں کمی اور شفاف مالی نظم ونسق بھی معاشی استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔پری بجٹ مشاورت کا مقصد صرف آمدن اور اخراجات کا تخمینہ لگانا نہیں، بلکہ ایک ایسی معاشی حکمتِ عملی تشکیل دینا ہے جو عوامی فلاح، معاشی استحکام اور پائیدار ترقی کو یقینی بنا سکے۔ اگر بجٹ میں اصلاحات ،شفافیت اور عوامی ضروریات کو مرکزی حیثیت دی جائے تو پاکستان اپنے معاشی چیلنجز پر قابو پا کر ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔

☆پاکستان اس وقت ایک ایسے معاشی دوراہے پر کھڑا ہے جہاں بڑھتی ہوئی مہنگائی، کمزور پیداواری سرگرمیاں، بے روزگاری، توانائی کے مسائل اور محدود مالی وسائل نے عام شہری کی زندگی کو شدید متاثر کیا ہے۔ایسے حالات میں پیش کیا جانے والا بجٹ 2026ء محض آمدن و اخراجات کا سرکاری گوشوارہ نہیں، بلکہ ملکی معیشت کی سمت متعین کرنے والی ایک اہم پالیسی دستاویز ہے۔اس بجٹ میں سب سے پہلی ترجیح مہنگائی کے اثرات کو کم کرنا ہے اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ بنیادی اشیائے ضروریہ پر ٹیکسوں میں کمی کی جائے،زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے کسانوں کو سستی کھاد، بیج اور زرعی قرضے فراہم کیے جائیں اور اشیائے خوردونوش کی ترسیل کے نظام کو مؤثر بنایا جائے، تاکہ مصنوعی قلت اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ ہو سکے۔ بجٹ2026ء میں خصوصاً شمسی اور ہوا سے پیدا ہونے والی توانائی کے منصوبوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔گھریلو اور صنعتی سطح پر سولر توانائی کے استعمال کے لیے مالی سہولتیں اور ٹیکس مراعات فراہم کرنے سے توانائی کے اخراجات میں کمی اور درآمدی ایندھن پر انحصار میں کمی لائی جاسکتی ہے۔تعلیم اور صحت کے شعبوں میں سرمایہ کاری کو اخراجات نہیں، بلکہ طویل المدتی سرمایہ کاری سمجھنا چاہیے۔ایک صحت منداور تعلیم یافتہ افرادی قوت ہی پائیدار معاشی ترقی کی بنیاد بنتی ہے۔بجٹ میں سرکاری اسکولوں ،جامعات، اسپتالوں اور بنیادی مراکزِ صحت کے مناسب فنڈز مختص کیے جانے چاہئیں، تاکہ عوام کو معیاری خدمات میّسر آسکیں اور نجی شعبے پر غیر ضروری انحصار کم ہو۔اگر حکومت وسائل کی منصفانہ تقسیم، روزگار کے مواقع کی فراہمی،مہنگائی کنٹرول، ٹیکس اصلاحات ،توانائی کے شعبے کی بہتری اور انسانی ترقی کے شعبوں میں مؤثر سرمایہ کاری کو ترجیح دے تو ایک ایسی معیشت کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے جو نہ صرف ترقی یافتہ، بلکہ عام شہری کے لیے بھی قابلِ فائدہ ہو۔ایک حقیقی عوام دوست بجٹ وہی ہوگا جو معاشی اشاریوں کی بہتری کے ساتھ ساتھ عام آدمی کے معیارِ زندگی میں بھی واضح دیرپا بہتری لائے۔

☆ہمارے ملک کو تین بڑے مسائل درپیش ہیں۔ٹیکس کی وصولی کا نظام،ایکسپورٹ میں کمی اور سیکورٹی پروٹوکول ہے۔ٹیکس کی وصولی کے نظام کے لیے ضروری ہے کہ ہر طبقے کو ٹیکس کے کٹہرے میں لایا جائے۔دوسرا مسئلہ ایکسپورٹ نہ ہونے کے برابر ہے ۔امپورٹڈ چیزوں کا استعمال کم کیا جائے۔ملک کا ریونیو بڑھانے کے لیے پاکستانی چیزوں کا استعمال کیا جائے۔ تیسرا بڑا مسئلہ سیکیورٹی پروٹوکول کا ہے جس پر بہت بھاری بجٹ خرچ ہو رہا ہے۔ہماری (جی ڈی پی) کا1.97% بجٹ سیکورٹی اخراجات پر خرچ ہوتا ہے تعلیم اور صحت پر مجموعی1% خرچ ہوتا ہے۔اسپتالوں میں سہولیات کا فقدان ہے حکومت کی اوّلین ترجیح تعلیم اور صحت ہونی چاہیے جس کا بجٹ بڑھانا ہوگا اور مہنگائی کی شرح کو کم کرنا ہوگا، تاکہ کمزور اور متوسط طبقے کو بھی ریلیف مل سکے۔خام میٹریل کی پروڈکشن بڑھانی ہو گی اور لوکل خرچے کم سے کم کرنے ہوں گے۔حکومتی فنانشل مینجمنٹ کے نظام کو مضبوط کرنا ہوگا، تاکہ کم وسائل میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکے۔

☆1990ء کی دہائی کے آغاز تک معاشی کارکردگی میں پاکستان کا ریکارڈ قابلِ تعریف تھا۔ اس وقت پاکستان کی معیشت اوسطاً 5.25% سالانہ کی شرح سے ترقی کرتی رہی جب کہ اس پورے دور میں مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) 11 گنا سے زیادہ بڑھی اور فی کس آمدنی بھی اطمینان بخش شرح پر بڑھتی رہی یہی وہ وقت تھا

جب پاکستان نے اس وقت جرمنی کو 75 کروڑ روپے قرضہ دیا تھا، لیکن 90ء کی دہائی کے بعد پاکستان قرضوں کی دلدل میں دھنستا چلا گیا اور شرح سود قرض سے بھی زیادہ ہو گیا۔حالیہ پاکستان اور چین کے درمیان تجارت اور برآمدات کوفروغ دینے کے لیے متعدد معاہدے طے پا چکے ہیں جس کی وجہ سے ملکی ترقی کے لیے برآمدات میں نمایاں اضافہ اور تجارتی خسارے میں کمی متوقع ہے ۔ آئندہ بجٹ میں زرعی منصوبے کو زیادہ پروموٹ کیا جائے، تا کہ کسانوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات میسّر ہوں اور ملک کے زرمبادلہ میں اضافہ ہو۔انڈسٹریل اسٹیٹ اور توانائی کے شعبے میں اصلاحات لائی جائیں، کم آمدنی والے افراد کو ٹیکس فری کیا جائے اور ٹیکس چوری کو روکا جائے۔ یقیناً ایسے اقدامات سے پاکستان ان شاء اللہ ترقی کی جانب گامزن ہوگا۔

☆ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ہوشربا ء اضافے کے ساتھ ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔حکومتی عہدے داروں کو پیٹرول پرخوب سبسڈی دی جاتی ہےاور مراعات سے نوازا جاتا ہے جب کہ عام آدمی کو اس سے استثنٰی حاصل ہے۔قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ملک آئی ایم ایف کے اشاروں پر چل رہا ہے۔بجٹ بناتے وقت آئی ایم ایف کے نمائندے بھی وہاں موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ہم دن بہ دن 6 ارب روزانہ سود کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں ۔عوام ایک ماچس کی ڈبیا پر بھی ٹیکس ادا کر رہی ہے۔ ہمارے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ ہم 25 کروڑ عوام میں سے ایک بھی آج تک معیشت دان پیدا نہیں کر سکے ۔آئندہ بجٹ میں کمزور طبقے کو ہر ممکن ریلیف ، پیداواری صلاحیت، برآمدات اور سرمایہ کاری کو مرکزی حیثیت دی جانی چاہیے۔ پاکستان کو ایسی معاشی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو سرمایہ کاروں، صنعتکاروں، کسانوں، برآمدکنندگان اور کاروباری افراد کو بااختیار بنائیں، کیوں کہ ایک مضبوط اور جامع معیشت ہی پاکستان کی پائیدار خوشحالی اور ترقی کی ضمانت ہے۔

مبصرینِ کرام نے بجٹ کے حوالے سے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ بجٹ ایک عام آدمی کے لیے بڑھتے ہوئے اخراجات ہیں ۔مہنگائی میں ہوشربا ء اضافہ ہونے کے باوجود بھی عوام ناران ،کاغان میں ہزاروں کی تعداد میں سیرو تفریح کے لیے گئے ہوئے ہیں ۔ہم نے اپنے اخراجات خود بڑھائے ہیں آمدہ بجٹ میں جو عوام کی بنیادی ذمے داری ہے کہ وہ حکومت کی جانب سے مقرر کردہ ٹیکس قوانین کی پابندی کریں اور ہر چھوٹا بڑا ٹیکس نیٹ میں شامل ہو کسی کو استثنٰی حاصل نہیں ہونا چاہیے۔ بغیر ٹیکس دیے کاروبار کرنے والے شعبوں کو ٹیکس نیٹ میں لایا جائے بجائے اس کے کہ پہلے سے ٹیکس ادا کرنے والے اداروں پر بوجھ ڈالا جائے۔آئی ٹی انڈسٹری کو مزید ٹیکس چھوٹ دی جائے اور نوجوانوں کو فری لانسنگ کے لیے مواقع فراہم کیے جائیں، تا کہ ہر طبقے کا فرد روزگار کے حصول کو ممکن بنا سکے۔

☆محترم اسپیکر نے اراکینِ شوریٰ اور مبصرین کرام سے نہایت ہی منفرد اور جامع پری بجٹ تجاویز سننے کے بعد بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنی تجاویز میں کہا کہ پاکستان میں سب سے بڑا مسئلہ صرف کم ٹیکس وصولی نہیں، بلکہ غیر منصفانہ ٹیکس ڈھانچہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے سرمایہ کار،صنعتکار اور آئی ٹی ماہرین بیرونِ ملک منتقل ہو رہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ٹیکس شرح بڑھانے کی بجائے ٹیکس نیٹ کو وسعت دی جائے۔چھوٹے کسانوں اور کم آمدنی والے طبقات کو تحفظ فراہم کیا جائے۔وفاقی اور صوبائی سطح پر مربوط اور یکساں ٹیکس فریم ورک قائم کیا جائے۔فائلر اور نان فائلر کی پیچیدہ تقسیم کے بجائے سادہ، شفاف اور ڈیجیٹل نظام متعارف کروایا جائے ۔ برآمدی صنعتوں کو سستی بجلی اور گیس فراہم کی جائے۔زرعی تحقیق ،فوڈ پراسیسنگ اور ویلیو ایڈیشن کو فروغ دیا جائے۔ تعلیم اور ٹیکنیکل ٹریننگ کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈ مختص کیے جائیں۔بجلی کی تقسیم کار کمپنیوں میں اصلاحات کی جائیں اور خسارے میں چلنے والے اداروں کی تنظیمِ نو یا نجکاری پر غور کیا جائے۔مضبوط معیشت قومی اتفاقِ رائے ،سیاسی استحکام ، پالیسی کے تسلسل اور عوامی اعتماد سے وجود میں آتی ہے ہمیں ایک ایسی معاشی سوچ اپنانا ہوگی جہاں اشرافیہ نہیں، بلکہ عام آدمی مرکز میں ہو، جہاں قرض نہیں، بلکہ پیداوار ترقی کا ذریعہ ہو، جہاں نوجوان نوکری کے متلاشی نہیں بلکہ مواقع پیدا کرنے والے بنیں۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ہمیشہ خدمتِ انسانیت، تعلیم ،صحت ،تحقیق اور قومی شعور کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرتا رہا ہے اسی فکر کے مطابق آج

ہمیں ایسی معاشی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو صرف معاشی ترقی نہیں، بلکہ سماجی انصاف، انسانی وقار اور قومی خودمختاری کو بھی یقینی بنائیں۔ شہید حکیم محمد سعید نے ہمیشہ درآمدی اشیاء کے بائیکاٹ اور اپنی مصنوعات بنانے پر زور دیا۔ پاکستان وسائل سے محروم نہیں ہمیں صرف درست ترجیحات، شفاف حکمرانی، مؤثر پالیسی سازی اور طویل المدتی معاشی وژن کی ضرورت ہے۔ اگر آمدہ بجٹ عوامی فلاح، صنعتی ترقی، زرعی بحالی، نوجوانوں کی صلاحیتوں اور شفاف معاشی اصلاحات پر مبنی ہوا تو یقیناً پاکستان مضبوط، مستحکم اور خوشحال معیشت کی جانب سفر کرسکتا ہے۔ اللہ حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ وماعلینا الا البلاغ المبین۔

ہمدرد شوریٰ (لاہور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ لاہور کے اجلاس میں محترم ڈاکٹر پروفیسر میاں محمد اکرم (اسپیکر)، محترم عمر ظہیر میر (ڈپٹی اسپیکر)، محترم قیوم نظامی، محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ، محترم بریگیڈیئر حامد سعید اختر، محترم پروفیسر نصیر اے چوہدری، محترم ثمر جمیل خان، محترم انجم نثار صدیقی، محترم رانا امیر احمد خان، محترم ڈاکٹر شفیق جالندھری، محترم کاشف ادیب جاودانی جب کہ مبصرین میں محترم پروفیسر ڈاکٹر مہر محمد سعید اختر، محترم ڈاکٹر تنویر حسین، محترم محمد نصیر الحق ہاشمی، محترمہ ڈاکٹر بشریٰ مجاہد، محترمہ ڈاکٹر پروین خان، محترم انجینئر محمد آصف، محترم پروفیسر مشکور احمد صدیقی، محترمہ صفیہ اسحاق، محترم پروفیسر ڈاکٹر ارشد محمود، محترمہ صائمہ ممتاز، محترم پروفیسر محمد خالد پراچہ اور ہمدرد فاؤنڈیشن کی جانب سے محترم سید علی بخاری (ڈپٹی ڈائریکٹر پروگرامز، لاہور) نے شرکت کی۔ خصوصی شرکاء میں ڈین فیکلٹی آف کامرس جامعہ پنجاب پروفیسر ڈاکٹر حافظ ظفر احمد، ریکٹر گرین یونی ورسٹی پروفیسر ڈاکٹر مبشر منور خان، ڈائریکٹر پنجاب پبلک لائبریریز جناب کاشف منظور، ایئر مارشل انور محمود خان اور ڈاکٹر طلحہ شیروانی شامل تھے۔ خصوصی مہمانان نے اپنی کلیدی خطاب میں فرمایا کہ پاکستان میں بجٹ سازی محض رسمی کارروائی بن چکی ہے جہاں حقیقی معاشی اصلاحات، عوامی فلاح اور طویل المدتی منصوبہ بندی کے بجائے سابقہ اعداد و شمار میں معمولی ردو بدل کرکے بجٹ پیش کر دیا جاتا ہے۔ حکومتی اخراجات، بیورو کریسی کی مراعات اور اشرافیہ کے طرزِ زندگی نے قومی معیشت پر غیر معمولی بوجھ ڈال دیا ہے جب کہ عام آدمی شدید مہنگائی، بے روزگاری اور کم آمدنی جیسے مسائل سے دوچار ہے۔ پاکستان کا انتظامی ڈھانچہ عوامی خدمت کے بجائے مراعات یافتہ طبقے کے گرد گھومتا ہے۔ اعلیٰ افسران کے لیے لگژری گاڑیوں، بے تحاشا سرکاری اخراجات اور پیٹرولیم لیوی کے ذریعے عوام پر اضافی بوجھ ڈالنا غلط ہے۔ ایک طرف حکومت عوام کو قربانی کا درس دیتی ہے جب کہ دوسری طرف حکمران طبقہ اپنی شاہانہ مراعات میں مسلسل اضافہ کررہا ہے۔ ملک میں ٹیکس کا بوجھ صرف منظّم شعبے، تنخواہ دار طبقے اور صنعتکاروں پر ڈالا جارہا ہے، جب کہ زرعی آمدن اور بڑے جاگیردار عملی طور پر ٹیکس نیٹ سے باہر ہیں۔ ٹیکس نظام کو منصفانہ بنائے بغیر معاشی استحکام ممکن نہیں۔ تعلیم، صحت، سکیورٹی اور دیگر بنیادی سہولیات ریاست کی ذمے داری تھیں، مگر اب عوام اپنی جیب سے یہ تمام اخراجات برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ جب شہری اپنے بچوں کی تعلیم، علاج، سکیورٹی اور بجلی کا بندوبست خود کر رہے ہیں تو پھر ریاست بھاری ٹیکس کس بنیاد پر وصول کر رہی ہے۔ بلند ٹیکسز، توانائی کی مہنگی قیمتوں اور بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت نے فیصل آباد، کراچی اور دیگر صنعتی مراکز میں سینکڑوں صنعتوں کو بند ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر ''کاسٹ آف ڈوئنگ بزنس'' کم نہ کی گئی تو صنعت، برآمدات اور روزگار مزید تباہ ہوجائیں گے۔ حکومت نے گندم کی امدادی قیمت بروقت مقرر نہ کرکے کسانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ کسان پہلے ہی مہنگی کھاد، بجلی اور ڈیزل کی قیمتوں کے باعث مشکلات کا شکار تھے جب کہ انھیں مزید مقروض بنادیا۔

پاکستان میں آمدنی کی کمی نہیں، بلکہ اخراجات کی زیادتی اصل مسئلہ ہے۔ گزشتہ برسوں میں حکومت نے کھربوں روپے ٹیکسوں اور لیویز کی صورت میں جمع کیے، مگر ان وسائل کا بڑا حصہ غیر پیداواری اخراجات اور سرکاری مراعات پر خرچ ہوا۔ سودی نظام، آئی ایم ایف کی شرائط اور بڑھتے ہوئے قرضوں کے ملکی معیشت پر منفی اثرات مرتب کررہے ہیں۔ سود اور اصل زر کی ادائیگی کے نتیجے میں مہنگائی کا عذاب عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ آئی ایم ایف کی سخت شرائط حکومت کو مجبور کررہی ہیں کہ عوام پر مزید معاشی بوجھ ڈالا جائے، جب کہ عوام کو حاصل محدود سہولیات بھی

واپس لی جا رہی ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ ذاتی مفادات اور مراعات سے بلند ہو کر ملکی مفادات اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ پاکستان کو آئی ایم ایف پر انحصار کے بجائے خود انحصاری کی پالیسی اپنانا ہوگی اور قومی وسائل کو بروئے کار لا کر معاشی استحکام حاصل کرنا ہوگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظامِ حکومت ساری دنیا کے لیے مثال ہے۔ ایک حقیقی فلاحی ریاست وہ ہوتی ہے جہاں تعلیم، صحت، انصاف اور بنیادی ضروریات ہر شہری کو میسر ہوں۔ مغربی ممالک نے بھی اسلامی فلاحی اُصولوں سے استفادہ کر کے اپنے معاشرے بہتر بنائے جب کہ ہم محض نعروں تک محدود ہو گئے ہیں۔ ملک بھر کی مساجد کو نمازوں کے درمیانی اوقات میں پرائمری تعلیمی مراکز کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، تاکہ شرح خواندگی میں اضافہ ہو۔ اسی طرح نوجوانوں کو فری لانسنگ، آئی ٹی، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی طرف راغب کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ پاکستان کو محض صارف معاشرہ بننے کے بجائے پیداواری معیشت کی طرف جانا ہوگا۔ گجرات، سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ چھوٹے صنعتی یونٹس، مقامی مہارت اور ہنر مندی ہی ترقی کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

معزز اراکینِ شوریٰ کی رائے سے مندرجہ ذیل نکات ترتیب دیے گئے۔

☆غیر ضروری حکومتی اخراجات کم کیے جائیں۔

☆اشرافیہ کی مراعات محدود کی جائیں۔

☆ٹیکس نظام میں اصلاحات کر کے ٹیکس نیٹ کو وسیع کیا جائے۔

☆بالواسطہ ٹیکسوں اور پیٹرولیم لیوی میں کمی کی جائے۔

☆صنعت، زراعت اور آئی ٹی شعبے کو ریلیف فراہم کیا جائے۔

☆کاروباری سرگرمیوں کو فروغ دے کر چھوٹی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

☆معیاری بیج، سستی کھاد اور آبپاشی کے لیے پانی کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

☆کسانوں کے استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔

☆تعلیم اور صحت کو ریاستی ذمے داری کے طور پر بحال کیا جائے۔

☆نوجوانوں کے لیے روزگار، فری لانسنگ اور فنی تربیت کے مواقع پیدا کیے جائیں۔

☆ بے نظیر انکم سپورٹ میں سے نقد مالی امداد صرف بیواؤں یتیم بچوں اور معذور افراد کو فراہم کی جائے

☆ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کو محض نقد امداد کے بجائے روزگار سے جوڑا جائے۔

☆ شرح سود میں بتدریج کمی لا کر سودی نظام سے نجات حاصل کی جائے۔

☆آئی پی پیز کے معاہدوں پر نظرِ ثانی کی جائے۔

☆اندرونِ ملک گیس کے نئے ذخائر تلاش کیے جائیں اور توانائی بحران کے مستقل حل تلاش کیے جائیں۔

☆ ترقیاتی بجٹ میں اضافہ اور اس کے شفاف استعمال کو یقینی بنایا جائے۔

☆ہمیں اپنی معیشت کو سدھارنے کے لیے ائی ایم ایف پر انحصار کے بجائے خود انصاری پر توجہ دینا چاہیے اور اپنے وسائل پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔

ہمدرد شوریٰ۔ جون 2026ء

موضوع بحث:

''پری بجٹ 2026ء۔ معاشی چیلنجز اور ممکنہ حل''

تحریری طور پر موصول ہونے والی اراکینِ شوریٰ کی سفارشات اور تجاویز

سید مظفر اعجاز
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان اس وقت متعدد معاشی چیلنجز سے دوچار ہے۔ مہنگائی، ٹیکسوں کا پیچیدہ نظام، توانائی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، بیرونی قرضوں پر انحصار اور مقامی صنعتوں کو درپیش مشکلات ایسے مسائل ہیں جو براہِ راست عام آدمی کی زندگی کو متاثر کر رہے ہیں۔ ایسے میں آئندہ مالی سال کے بجٹ سے عوام اور کاروباری حلقوں کی توقعات وابستہ ہیں کہ حکومت ایسے اقدامات کرے گی جو معیشت کو استحکام اور عوام کو ریلیف فراہم کر سکیں۔ ٹیکس نظام کی اصلاح وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بارہا یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ محصولات کے اہداف مکمل نہیں ہو سکے۔ اس صورتحال میں ضروری ہے کہ ٹیکس وصولی کے نظام کو مزید سادہ، شفاف اور منصفانہ بنایا جائے۔ اس وقت عوام بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ تقریباً ہر شے پر برداشت کر رہے ہیں، خواہ وہ ایندھن ہو، بجلی، پانی یا روزمرہ استعمال کی دیگر اشیاء۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ٹیکس نیٹ کو وسیع کیا جائے اور ہر فرد و ادارے سے اس کی حقیقی آمدنی کے مطابق براہِ راست

ٹیکس وصول کیا جائے۔ بیرونی قرضوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں پر انحصار بھی ملکی معیشت کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ اگر حکومت سنجیدہ اور دور رس معاشی اصلاحات متعارف کرائے، غیر ضروری اخراجات میں کمی لائے اور عوام کا اعتماد حاصل کرے تو بتدریج بیرونی مالی دباؤ سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ عوام اسی صورت میں حکومتی پالیسیوں کا ساتھ دیں گے جب انھیں عملی نتائج اور بہتری نظر آئے گی۔

ایندھن کی قیمتوں میں بار بار اُتار چڑھاؤ بھی کاروباری سرگرمیوں اور روزمرہ زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اگر حکومت ایک معقول مدت کے لیے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کو نسبتاً مستحکم رکھنے کی حکمتِ عملی اختیار کرے تو کاروباری طبقے کو مستقبل کی منصوبہ بندی میں آسانی ہوگی۔ نقل و حمل، کرایوں اور اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں استحکام آئے گا جس سے معاشی سرگرمیوں کو فروغ مل سکتا ہے۔

اسی طرح پیٹرولیم ڈویلپمنٹ لیوی (PDL) اور دیگر محصولات سے حاصل ہونے والی رقوم کے استعمال میں شفافیت بھی ضروری ہے۔ عوام کو یہ جاننے کا حق ہے کہ ان سے وصول کی جانے والی رقوم کن ترقیاتی منصوبوں اور عوامی فلاح کے کاموں پر خرچ ہو رہی ہیں۔ شفافیت نہ صرف اعتماد کو بڑھاتی ہے، بلکہ حکومتی پالیسیوں کی قبولیت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

معاشی استحکام کے لیے حکومتی اخراجات میں سادگی کو بھی فروغ دینا ہوگا۔ سرکاری وسائل کے غیر ضروری استعمال، مہنگی گاڑیوں اور شاہانہ اخراجات میں کمی سے نہ صرف قومی خزانے پر بوجھ کم ہوگا، بلکہ عوام کو بھی مثبت پیغام ملے گا کہ حکومت کفایت شعاری کی عملی مثال قائم کر رہی ہے۔

علاوہ ازیں چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار (SMEs) ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں آسان قرضوں، سازگار پالیسیوں اور ٹیکس مراعات کے ذریعے فروغ دینا وقت کی ضرورت ہے۔ مقامی صنعتوں اور زرعی شعبے کی سرپرستی سے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے اور درآمدات پر انحصار کم کیا جا سکے گا۔ بجٹ 2026ء کے تناظر میں یہ ضروری ہے کہ حکومت قلیل مدتی ریلیف اور طویل مدتی معاشی استحکام کے درمیان متوازن حکمتِ عملی اختیار کرے۔ ٹیکس اصلاحات، مالیاتی نظم و ضبط، مقامی صنعتوں کی حوصلہ افزائی، زرعی ترقی اور عوامی اعتماد کی بحالی وہ عوامل ہیں جو پاکستان کو معاشی استحکام اور پائیدار ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔

انجینئر پرویز صادق
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان کی معیشت کو درپیش مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ملک کے معاشی مسائل اور ان کے حل کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پاکستان کو درحقیقت وسائل کی کمی سے زیادہ گورننس، مالی نظم و ضبط اور مؤثر پالیسی سازی کے چیلنجز کا سامنا ہے۔ جب ریاست کی آمدنی اور اخراجات کے درمیان بڑا فرق پیدا ہو جائے تو بیرونی قرضوں اور مالی معاونت کی ضرورت بڑھ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں قرض فراہم کرنے والے اداروں کی شرائط بھی قبول کرنا پڑتی ہیں۔

پاکستان قدرتی وسائل، زرعی صلاحیت اور انسانی قوت کے اعتبار سے مالا مال ملک ہے، مگر ان وسائل سے مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکا۔ اس کی بنیادی وجہ کمزور انتظامی ڈھانچہ، غیر مؤثر حکمرانی اور مالیاتی نظم و نسق میں پائی جانے والی خامیاں ہیں۔ اگر ان مسائل پر توجہ دی جائے تو معیشت کو بیرونی سہاروں کے بجائے داخلی بنیادوں پر مستحکم کیا جا سکتا ہے۔

ملکی معیشت کا ایک اہم مسئلہ غیر دستاویزی یا بلیک اکانومی کا وسیع حجم ہے۔ ایک بڑی معاشی سرگرمی ٹیکس نظام سے باہر ہونے کے باعث قومی خزانے کو خاطر خواہ آمدنی حاصل نہیں ہو پاتی۔ نتیجتاً ٹیکسوں کا بوجھ انھی افراد اور طبقات پر بڑھ جاتا ہے جو پہلے ہی ٹیکس ادا کر رہے ہوتے ہیں، خصوصاً تنخواہ دار طبقہ۔ ایک منصفانہ نظام کا تقاضا ہے کہ تمام قابلِ ٹیکس شعبوں کو ٹیکس نیٹ میں لایا جائے، تاکہ محصولات کا بوجھ مساوی طور پر تقسیم ہو سکے۔

جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے ٹیکس چوری اور غیر دستاویزی معیشت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ بجلی، گیس، ٹیلی فون اور بینکاری نظام سمیت مختلف اداروں کے پاس موجود ڈیٹا کو مربوط کر کے حقیقی آمدنی اور معاشی سرگرمیوں کا بہتر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ٹیکس وصولی کا نظام زیادہ مؤثر اور شفاف بنایا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں رجسٹرڈ ٹیکس دہندگان کی تعداد آبادی کے مقابلے

میں نہایت کم ہے، جب کہ ان میں سے بھی محدود تعداد باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتی ہے۔ یہ صورتحال اس امر کی متقاضی ہے کہ ٹیکس نظام کو آسان، شفاف اور عوام دوست بنایا جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد رضا کارانہ طور پر اس کا حصہ بن سکیں۔

معاشی ترقی کا ایک اور بنیادی ستون انسانی سرمایہ ہے۔ اگر ملک کو پائیدار ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہے تو تعلیم، صحت اور بچوں میں غذائی کمی جیسے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنا ہوگا۔ ایک صحت مند اور تعلیم یافتہ افرادی قوت ہی مستقبل میں مضبوط معیشت کی بنیاد بن سکتی ہے۔

دوسری جانب سرکاری اخراجات میں کفایت شعاری بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انتظامی ڈھانچے میں موجود غیرضروری مراعات، سہولیات اور اخراجات پر نظرثانی کی جانی چاہیے، تاکہ قومی وسائل کو زیادہ مؤثر انداز میں استعمال کیا جا سکے۔ وسائل کی کمی سے زیادہ مسئلہ ان وسائل کے درست اور منصفانہ استعمال کا ہے۔

بجٹ 2026ء کے تناظر میں یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کو معاشی استحکام کے لیے کسی نئے نسخے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان اصلاحات پر عمل درآمد کی ضرورت ہے جن کی نشاندہی برسوں سے کی جا رہی ہے۔ ٹیکس نیٹ کی توسیع، ٹیکنالوجی کا مؤثر استعمال، انسانی سرمایہ کاری، سرکاری اخراجات میں نظم و ضبط اور بہتر حکمرانی وہ عوامل ہیں جو ملک کو معاشی خود انحصاری کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ بالآخر مسئلہ وسائل کی کمی نہیں، بلکہ مؤثر حکمرانی اور مضبوط سیاسی عزم کا ہے اور یہی پاکستان کی معاشی بحالی کی کنجی ثابت ہو سکتا ہے۔

جسٹس (ر) ضیاء پرویز
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان کے معاشی مسائل پر بحث کرتے ہوئے اکثر بجٹ کے حجم اور حکومتی اخراجات کو ترقی کا پیمانہ سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض بجٹ کے اعداد و شمار میں اضافہ معاشی بہتری کی ضمانت نہیں ہوتا۔ اگر مہنگائی، کرنسی کی قدر میں کمی اور خریداری کی طاقت کے تناظر میں اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قومی وسائل میں اضافے کے باوجود عوامی فلاح اور معاشی استحکام کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔

معاشی مشکلات کی ایک بڑی وجہ توانائی کے شعبے میں پائی جانے والی غیرمؤثر پالیسیوں اور انتظامی خامیوں کو قرار دیا جاتا ہے۔ بجلی کی بلند قیمتیں صنعتی سرگرمیوں، کاروباری لاگت اور گھریلو بجٹ پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر خطے کے دیگر ممالک نسبتاً کم قیمت پر بجلی فراہم کر سکتے ہیں تو پاکستان میں بجلی کی لاگت زیادہ کیوں ہے؟ اس مسئلے کے مستقل حل کے لیے توانائی کے شعبے میں شفافیت، احتساب اور جامع اصلاحات ناگزیر ہیں۔ جب تک بجلی کی پیداوار، ترسیل اور تقسیم کے نظام میں موجود کمزوریوں کا سنجیدگی سے جائزہ نہیں لیا جاتا، صارفین کو سستی توانائی فراہم کرنا مشکل رہے گا۔

زرعی شعبہ بھی ملکی معیشت کا بنیادی ستون ہے، لیکن پالیسیوں اور عملدرآمد کے درمیان موجود خلا کسانوں کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے۔ حکومت کی جانب سے فصلوں کے لیے امدادی قیمتوں کے اعلانات کے باوجود اگر خریداری کے وعدے پورے نہ ہوں تو اس کا براہِ راست اثر زرعی پیداوار پر پڑتا ہے۔ کسان جب اپنی محنت کا مناسب معاوضہ حاصل نہیں کر پاتے تو آئندہ فصلوں کی پیداوار متاثر ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں غذائی قلت یا اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں اضافہ سامنے آ سکتا ہے۔ زرعی اصلاحات کے تناظر میں ضروری ہے کہ کسانوں کو بروقت ادائیگی، مناسب قیمت اور مارکیٹ تک رسائی فراہم کی جائے۔ زرعی پالیسیوں میں تسلسل اور عملی اقدامات نہ صرف دیہی معیشت کو مضبوط کریں گے، بلکہ ملک کے غذائی تحفظ کو بھی یقینی بنائیں گے۔

پاکستان کو درپیش معاشی چیلنجز کا حل نئے وسائل کی تلاش سے زیادہ موجودہ وسائل کے بہتر انتظام، شفاف حکمرانی اور مؤثر پالیسی سازی میں پوشیدہ ہے۔ اگر ان بنیادی مسائل کو سنجیدگی سے حل کیا جائے تو آنے والا بجٹ معاشی استحکام اور عوامی خوشحالی کی جانب ایک اہم قدم ثابت ہو سکتا ہے۔

کموڈر (ر) سدید انور ملک
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان کی معیشت اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں مالی استحکام، تجارتی توازن اور قرضوں پر انحصار میں کمی قومی ترجیحات بن چکی ہیں۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ سے قبل یہ سوال اہم ہے کہ ملک کو مسلسل مالی دباؤ اور بڑھتے ہوئے قرضوں کے چکر سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔

پاکستان کا سب سے بڑا معاشی مسئلہ درآمدات اور برآمدات کے درمیان وسیع فرق ہے۔ ملکی برآمدات کے مقابلے میں درآمدات کا حجم نمایاں طور پر زیادہ ہے، جس کے باعث زرمبادلہ کے ذخائر پر دباؤ بڑھتا ہے اور مالیاتی خسارے کو پورا کرنے کے لیے بیرونی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ صورتحال نہ صرف معیشت کو غیر یقینی بناتی ہے، بلکہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں پر انحصار بھی بڑھاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ برآمدات میں اضافہ، مقامی پیداوار کا فروغ اور غیر ضروری درآمدات میں کمی کو قومی معاشی حکمت عملی کا بنیادی حصہ بنایا جائے۔

بیرونِ ملک مقیم پاکستانی ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ترسیلاتِ زر پاکستان کے لیے قیمتی زرمبادلہ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اوورسیز پاکستانیوں کو محض ترسیلاتِ زر تک محدود رکھنے کے بجائے قومی ترقیاتی منصوبوں، سرمایہ کاری کے مواقع اور معاشی پالیسی سازی میں بھی شریک کیا جائے۔ اگر ان کے اعتماد کو مضبوط بنایا جائے تو وہ ملکی معیشت کی بہتری میں مزید مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

معاشی پالیسیوں کی تشکیل میں مہارت اور تخصص کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جدید معیشت کے پیچیدہ مسائل ایسے ماہرین کا تقاضا کرتے ہیں جو معاشی ڈھانچے، مالیاتی نظام اور ترقیاتی حکمت عملیوں پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ اس لیے قومی معاشی فیصلوں میں تجربہ کار ماہرینِ معاشیات، محققین اور پالیسی سازوں کی آراء سے بھرپور استفادہ کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

اسی طرح قرضوں پر مسلسل انحصار کسی بھی معیشت کے لیے پائیدار حل نہیں ہوتا۔ جب تک مالیاتی نظم و ضبط، محصولات میں اضافہ، برآمدات کا فروغ اور سرکاری اخراجات میں توازن پیدا نہیں کیا جاتا، قرضوں کا بوجھ کم ہونا مشکل رہے گا۔ ملک کو ایک ایسی معاشی حکمت عملی درکار ہے جو خود انحصاری، پیداواری صلاحیت اور پائیدار ترقی پر مبنی ہو۔

کرپشن اور مالی بدعنوانی بھی قومی وسائل کے ضیاع کا ایک اہم سبب ہیں۔ اگرچہ دنیا کے کسی بھی معاشرے میں ان کا مکمل خاتمہ آسان نہیں، تاہم مؤثر نگرانی، شفافیت، ڈیجیٹل نظام اور احتساب کے ذریعے ان میں نمایاں کمی لائی جا سکتی ہے۔ قومی وسائل کے بہتر استعمال اور مالی نظم وضبط کے ذریعے ترقیاتی منصوبوں کے نتائج کو مزید مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

ہما بیگ
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان کو درپیش معاشی چیلنجز کے تناظر میں محصولات میں اضافہ ایک اہم ضرورت بن چکا ہے، تاہم اس مقصد کے حصول کے لیے عوام پر پہلے سے عائد ٹیکسوں میں مزید اضافہ شاید مناسب حکمت عملی نہ ہو۔ موجودہ حالات میں مہنگائی، توانائی کی بلند قیمتوں اور روزمرہ اخراجات کے باعث عام شہری پہلے ہی شدید مالی دباؤ کا شکار ہیں۔ ایسے میں ٹیکسوں کا مزید بوجھ معاشی سرگرمیوں کو متاثر کر سکتا ہے اور عوامی مشکلات میں اضافہ کر سکتا ہے۔

حکومت محصولات بڑھانے کے لیے نئے ذرائع تلاش کرے اور ان شعبوں کو ٹیکس نیٹ میں شامل کرے جو اب تک نسبتاً کم یا ناکافی ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ بالخصوص جائیداد، غیر پیداواری سرمایہ کاری اور ایسے اثاثے جن سے نمایاں مالی فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں، ان کے حوالے سے جامع پالیسی سازی کی جا سکتی ہے۔ اس سے ایک طرف حکومتی آمدن میں اضافہ ہوگا اور دوسری جانب ٹیکسوں کا بوجھ محدود طبقات تک مرکوز نہیں رہے گا۔

جدید دور میں ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت (AI) معاشی نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لیے مؤثر ذرائع بن چکے ہیں۔ مختلف سرکاری اداروں کے پاس موجود معلومات، جیسے قومی شناختی ریکارڈ، بجلی اور گیس کے بل، سفری ریکارڈ اور دیگر مالیاتی ڈیٹا کو مربوط انداز میں استعمال کر کے افراد کی معاشی حیثیت کا نسبتاً درست اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ٹیکس وصولی کا نظام زیادہ منصفانہ، شفاف اور مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

منصفانہ ٹیکس نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فرد اپنی مالی استطاعت کے مطابق قومی خزانے میں حصہ ڈالے۔ اگر کم آمدنی والے اور متوسط طبقے پر وہی بوجھ ڈالا جائے جو زیادہ وسائل رکھنے والے افراد پر عائد ہونا چاہیے تو معاشی عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ٹیکس پالیسی حقیقی آمدنی، اخراجات اور مالی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے

تشکیل دی جائے تو نہ صرف محصولات میں اضافہ ممکن ہے، بلکہ عوامی اعتماد بھی بحال ہوسکتا ہے۔

انجینئر سید ابن الحسن رضوی
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں معاشی چیلنجز کے ساتھ ساتھ ترقی کے نئے مواقع بھی تیزی سے اُبھر رہے ہیں۔ ملک کی جغرافیائی حیثیت، قدرتی وسائل اور خطے میں بدلتی ہوئی عالمی صورتحال پاکستان کے لیے ایک نیا معاشی دروازہ کھول سکتی ہے، بشرطیکہ ان مواقع سے دانشمندی اور مؤثر حکمتِ عملی کے ساتھ فائدہ اُٹھایا جائے۔

حالیہ عالمی اور علاقائی حالات کے تناظر میں پاکستان کی اسٹریٹجک لوکیشن پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ اور خطے میں پیدا ہونے والی جغرافیائی تبدیلیوں کے باعث پاکستان ایک اہم ٹرانزٹ اور معاشی حب کے طور پر سامنے آسکتا ہے۔ اگر اس موقع کو درست منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو ملک کو پائیدار ترقی کی جانب گامزن کیا جاسکتا ہے۔

اس حوالے سے صنعتی ترقی، ٹیکنالوجی کی منتقلی، زرعی جدید کاری اور برآمدات میں اضافہ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے پاس موجود قدرتی وسائل، خصوصاً کوئلہ اور دیگر معدنی ذخائر، اگر محض توانائی کی پیداوار کے بجائے ویلیو ایڈیشن کے لیے استعمال کیے جائیں تو ان سے وسیع پیمانے پر صنعتی ترقی ممکن ہے۔ دنیا کے کئی ممالک نے ایسے ماڈلز کے ذریعے اپنے صنعتی زونز کو ترقی دی ہے، جہاں خام مال کو جدید کیمیکل اور صنعتی مصنوعات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں بھی ایسے بڑے منصوبے شروع کیے جارہے ہیں جن کا مقصد قدرتی وسائل کو جدید صنعتی عمل کے ذریعے زیادہ قیمتی مصنوعات میں تبدیل کرنا ہے۔ ان منصوبوں کے تحت کوئلے کو مختلف مراحل سے گزار کر کیمیکل اور کھاد کی تیاری تک لایا جاتا ہے، جس سے نہ صرف مقامی ضروریات پوری ہوں گی، بلکہ برآمدات کے نئے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔ یہ اقدامات آئندہ برسوں میں اربوں ڈالر کی معیشت کو جنم دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

زرعی شعبے میں بھی جدید ٹیکنالوجی اور ویلیو ایڈیشن کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ فوڈ پروسیسنگ، لائیو اسٹاک اور زرعی مصنوعات کی جدید صنعتوں کی ترقی سے نہ صرف کسان کی آمدن میں اضافہ ہوگا، بلکہ دیہی معیشت بھی مستحکم ہوگی۔ اسی طرح چھوٹے اور درمیانے درجے کے صنعتی یونٹس کے فروغ سے روزگار کے نئے مواقع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ پاکستان کی معاشی ترقی میں ایک اہم پہلو اس کی جغرافیائی پوزیشن بھی ہے۔ خطے میں بدلتے ہوئے معاشی روابط، چین اور وسطی ایشیا تک رسائی اور بندرگاہوں کی موجودگی پاکستان کو ایک اہم تجارتی راہداری بنا سکتی ہے۔ اگر اس اسٹریٹجک فائدے کو مؤثر طریقے سے استعمال کیا جائے تو ملک علاقائی تجارت کا مرکز بن سکتا ہے۔ تاہم ان تمام مواقع سے فائدہ اُٹھانے کے لیے سب سے اہم عنصر بہتر حکمرانی، شفافیت اور تسلسل پر مبنی پالیسی سازی ہے۔ معاشی منصوبوں کی کامیابی کا انحصار صرف وسائل پر نہیں، بلکہ ان کے درست انتظام اور مؤثر نفاذ پر ہوتا ہے۔ ادارہ جاتی ہم آہنگی اور پیشہ ورانہ مہارت اس عمل کو مزید مضبوط بنا سکتی ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر
اسپیکر ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان کے معاشی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر ہماری توجہ بجٹ، ٹیکسوں اور قرضوں تک محدود رہتی ہے، حالانکہ کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار صرف مالی اعداد و شمار پر نہیں، بلکہ مؤثر منصوبہ بندی، سیاسی استحکام، پالیسیوں کے تسلسل اور قومی ترجیحات کے درست تعین پر بھی ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب پاکستان کا پلاننگ کمیشن دنیا کے ممتاز منصوبہ ساز اداروں میں شمار ہوتا تھا۔ وہاں ایسے ماہرین موجود تھے جو ملک کے مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے طویل المدتی منصوبے بناتے اور قومی ترقی کی سمت متعین کرتے تھے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دوبارہ اسی طرز کی سنجیدہ اور دور اندیش منصوبہ بندی کو فروغ دیں۔

سیاسی استحکام اور عوام کا اعتماد کسی بھی معاشی ترقی کی بنیاد ہوتے ہیں۔ ماضی میں ’’قرض اتارو، ملک سنوارو‘‘ جیسے پروگراموں کو عوامی پذیرائی اسی لیے ملی کہ لوگوں کو محسوس ہوا کہ ملکی مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ کوشش کی جارہی ہے۔ اگر قوم کو یقین ہو کہ قیادت مخلص،

دیانت داراورقومی مفاد کے لیے کام کر رہی ہے تو نہ صرف ملک کے اندرلوگ قربانی دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں، بلکہ بیرون ملک مقیم پاکستانی بھی دل کھول کر تعاون کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں لاکھوں پاکستانی ایسے موجود ہیں جو اپنے وطن کی ترقی میں کردار ادا کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے انھیں قیادت اور نظام پر اعتماد درکار ہوتا ہے۔

غیرملکی سرمایہ کاری کسی بھی ترقی پذیر معیشت کے لیے انتہائی اہمیت رکھتی ہے، لیکن سرمایہ صرف دعوت دینے سے نہیں آتا۔ سرمایہ وہاں جاتا ہے جہاں امن ہو، قانون کی حکمرانی ہو، بنیادی سہولتیں دستیاب ہوں اور سرمایہ کار کو اپنے سرمائے کے تحفظ کا یقین ہو۔ چین کے شہر شین ژین کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں ریاست نے پہلے بنیادی ڈھانچہ مضبوط کیا، پھر دنیا بھر کے سرمایہ کاروں کے لیے دروازے کھول دیے۔ نتیجتاً وہ علاقہ عالمی صنعتی اور تجارتی مرکز بن گیا۔ پاکستان میں بھی بے شمار مواقع موجود ہیں، لیکن اگر زمین کے معاملات غیر شفاف ہوں، بجلی، گیس اور پانی کی فراہمی غیر یقینی ہو، عدالتی نظام سست ہو، بدعنوانی عام ہو اور امن و امان کے مسائل موجود ہوں تو سرمایہ کار قدرتی طور پر دوسرے ممالک کا رخ کرے گا۔

سرمایہ انتہائی حساس اور مفاد پر مبنی ہوتا ہے۔ آج کے دور میں سرمائے کی منتقلی پہلے سے کہیں زیادہ آسان ہو چکی ہے۔ سرمایہ کار اپنے منافع اور تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف وسائل کی موجودگی کافی نہیں ہوتی، بلکہ ایسا ماحول بھی درکار ہوتا ہے جو سرمایہ کاری کے لیے سازگار ہو۔ بلوچستان کے معدنی وسائل، گوادر کی بندرگاہ اور دیگر ترقیاتی امکانات اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن جب تک سرمایہ کار خود کو محفوظ محسوس نہیں کریں گے، ان مواقع سے مکمل فائدہ حاصل کرنا مشکل رہے گا۔

ترقی کے لیے امن بنیادی شرط ہے۔ جرمنی، جاپان اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ انھوں نے جنگوں اور تباہی کے بعد اپنے وسائل کو تنازعات کے بجائے تعمیر و ترقی پر صرف کیا۔ اندرونی استحکام اور پڑوسی ممالک کے ساتھ پرامن تعلقات معاشی ترقی کی ناگزیر شرائط ہیں۔ جب معاشرے کا ماحول پُرامن ہو تو سرمایہ کاری بڑھتی ہے، کاروبار فروغ پاتا ہے اور عوام کو روزگار کے بہتر مواقع میسر آتے ہیں۔

تعلیم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، لیکن اس کے ساتھ ہنر مندی کی اہمیت کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ ہر معاشرے کو صرف ڈگری یافتہ افراد ہی نہیں، بلکہ فنی مہارت رکھنے والے افراد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کی کامیاب معیشتوں میں تکنیکی اور پیشہ ورانہ تربیت کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ پاکستان کے لاکھوں محنت کش بیرون ملک مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور ملکی معیشت میں قابلِ قدر زرمبادلہ بھیج رہے ہیں۔ اس لیے ہنرمندی کو کم تر سمجھنے کے بجائے اسے ترقی کے ایک اہم ذریعہ کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی درست نہیں کہ پاکستان نے اپنی تاریخ میں کوئی ترقی نہیں کی۔ قیامِ پاکستان کے وقت شرح خواندگی نہایت کم تھی، صنعتی ڈھانچہ محدود تھا اور وسائل بھی بہت کم تھے۔ بعد کے عشروں میں ملک نے صنعت، زراعت، تعلیم، انفراسٹرکچر اور مواصلات کے شعبوں میں نمایاں پیش رفت کی۔ بڑے ڈیم بنے، صنعتوں کا قیام عمل میں آیا، تعلیمی اداروں میں اضافہ ہوا اور عوام کا معیارِ زندگی کئی حوالوں سے بہتر ہوا۔ یقیناً آج بھی بے شمار چیلنجز موجود ہیں، لیکن یہ کہنا کہ پاکستان نے کبھی ترقی نہیں کی، تاریخی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا۔

پاکستان کو درپیش ایک بڑا مسئلہ پالیسیوں میں عدم تسلسل بھی ہے۔ سرمایہ کار اور کاروباری طبقہ طویل المدتی فیصلے اسی وقت کرتے ہیں جب انہیں یقین ہو کہ حکومتی پالیسیاں بار بار تبدیل نہیں ہوں گی۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں بعض اوقات حکومتیں کسی شعبے میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور بعد میں پالیسی تبدیل کر کے سرمایہ کاروں کو مشکلات سے دوچار کر دیتی ہیں۔ اس طرزِ عمل سے نہ صرف سرمایہ کاری متاثر ہوتی ہے بلکہ ریاست پر اعتماد بھی کمزور پڑتا ہے۔

پاکستان کے معاشی مسائل کا حل مایوسی یا محض تنقید میں نہیں بلکہ حقیقت پسندانہ جائزے، بہتر منصوبہ بندی، سیاسی استحکام، پالیسیوں کے تسلسل، ہنر مند افرادی قوت، مؤثر

اداروں اور امن و استحکام کے فروغ میں پوشیدہ ہے۔ اگر ہم ان بنیادی اصولوں کو اپنائیں اور قومی مفاد کو ترجیح دیں تو پاکستان اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ترقی اورخوشحالی کی نئی منزلیں حاصل کرسکتا ہے۔

کرنل (ر) مختار احمد بٹ
ڈپٹی اسپیکر ہمدرد شوریٰ، کراچی

ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے، اعداد وشمار بدلتے ہیں، حکومتی کامیابیوں کے دعوے دہرائے جاتے ہیں اور معیشت کے روشن مستقبل کی نوید سنائی جاتی ہے، مگر ایک سوال آج بھی اپنی جگہ موجود ہے: کیا اس بجٹ کا عام آدمی سے کوئی تعلق ہے؟

میری رائے میں پاکستان کا بجٹ ایک حد تک ''کٹ اینڈ پیسٹ'' کی مشق بن چکا ہے۔ چند ہندسے تبدیل کر دیے جاتے ہیں، محصولات اور اخراجات کی نئی جدولیں مرتب کر دی جاتی ہیں اور یوں ایک نئے بجٹ کا اعلان ہو جاتا ہے، لیکن جب ہم زمینی حقائق کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ عام شہری کی زندگی میں کوئی بنیادی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔

ہمارے ہاں یہ تاثر عام ہے کہ پاکستانی قوم ٹیکس ادا نہیں کرتی، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بجلی کے بل ہوں، گیس کے کنکشن ہوں، موبائل فون کا استعمال ہو یا روزمرہ ضرورت کی اشیاء، ہر سطح پر عوام مختلف اقسام کے بالواسطہ ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ ایک عام شہری جب موبائل بیلنس خریدتا ہے تو اس پر بھی ٹیکس ادا کرتا ہے۔ وہ بجلی اور گیس استعمال کرتا ہے تو وہاں بھی ٹیکس دیتا ہے۔ اس کے باوجود مسلسل یہی کہا جاتا ہے کہ عوام ٹیکس نیٹ میں نہیں ہیں۔

اصل مسئلہ یہ نہیں کہ لوگ ٹیکس نہیں دیتے، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیکس کا بوجھ زیادہ تر انہی طبقات پر ڈالا جاتا ہے جو پہلے ہی مہنگائی، بے روزگاری اور کم آمدنی کے مسائل کا شکار ہیں۔ جب بھی بجٹ خسارے کا شکار ہوتا ہے تو اس خلا کو پُر کرنے کے لیے نئے ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں یا موجودہ ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عام آدمی مزید دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔

پاکستان کئی دہائیوں سے بیرونی قرضوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے پروگراموں پر انحصار کر رہا ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہماری معاشی پالیسیوں پر بیرونی اثرات کے بارے میں سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔ جب تک معیشت اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوگی اور آمدنی و اخراجات میں توازن پیدا نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک قرضوں کا یہ چکر ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

دوسری جانب سرکاری اخراجات کا معاملہ بھی توجہ طلب ہے۔ ایک طرف وسائل کی کمی کا شکوہ کیا جاتا ہے اور دوسری طرف غیر ضروری اخراجات جاری رہتے ہیں۔ قومی ترجیحات کا تعین ایسے انداز میں ہونا چاہیے کہ دستیاب وسائل عوامی فلاح، تعلیم، صحت، صنعت اور روزگار کے فروغ پر خرچ ہوں، نہ کہ نمائشی منصوبوں اور غیر ضروری مراعات پر۔

سرمایہ کاری اور کاروبار کے شعبے میں بھی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں سرمایہ کار کو سہولت دی جاتی ہے، جب کہ ہمارے ہاں اکثر اوقات پیچیدہ ضابطے، غیر ضروری رکاوٹیں اور بدعنوانی کاروباری سرگرمیوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ اگر ہم واقعی معاشی ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا ماحول پیدا کرنا ہوگا جہاں سرمایہ کار اعتماد کے ساتھ صنعت اور کاروبار قائم کرسکیں۔

میرا ماننا ہے کہ پاکستان کے مسائل کا حل صرف نئے ٹیکس لگانے یا بجٹ کے اعداد وشمار بدلنے میں نہیں، بلکہ نظام کی بنیادی اصلاح میں ہے۔ شفافیت، احتساب، میرٹ، سادگی اور قومی وسائل کے منصفانہ استعمال کے بغیر نہ معیشت مستحکم ہوسکتی ہے اور نہ ہی عام آدمی کی زندگی میں حقیقی بہتری آسکتی ہے۔

بجٹ اس وقت تک عوامی دستاویز نہیں بن سکتا جب تک اس کے اثرات عام شہری کی زندگی میں محسوس نہ ہوں۔ معاشی کامیابی کا اصل پیمانہ یہ نہیں کہ سرکاری دستاویزات میں کتنے بڑے اعداد درج ہیں، بلکہ یہ ہے کہ عام آدمی کی زندگی کتنی آسان، محفوظ اور خوشحال ہوئی ہے۔

☆☆☆

ہمدرد

فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے 1963ء میں **ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری** کا آغاز کیا اور اب پاکستان کے مختلف شہروں میں 18 فری موبائل ڈسپنسریاں فری معائنے و ادویہ کی سہولتیں فراہم کر رہی ہیں۔ ذیل میں اُن علاقوں کے نام درج کیے جا رہے ہیں، جہاں پیر تا ہفتہ صبح 9 سے شام 5 تک مستند حکیم اپنی ٹیم کے ساتھ انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔

کراچی: اورنگی ٹاؤن میں گلشنِ بہار، غوثیہ چوک، گلشنِ ضیا، سوفٹ روڈ، اورنگی 13، پاور ہاؤس، غازی آباد، مہاجر چوک، اورنگی ساڑھے آٹھ نمبر، ہریانہ کالونی، مدینہ مسجد۔ **بلدیہ ٹاؤن میں** قائم خانی کالونی، البیرونی گراؤنڈ۔ **شاہراہِ فیصل میں** بلوچ کالونی، بلوچ پُل۔ **کورنگی ٹاؤن میں** سوکوارٹر، گلگت کالونی، کورنگی ساڑھے تین نمبر، باغ کورنگی، کورنگی وائے ایریا، کورنگی ڈھائی نمبر، کورنگی ساڑھے پانچ نمبر، منا گجیا والا۔ **لانڈھی میں** مجید کالونی، مسلم آباد، لانڈھی 36-B۔ **کیماڑی میں** کیماڑی، جیکسن مارکیٹ۔ **منگھوپیر میں** سلطان آباد، ایوب گوٹھ، اللہ بخش گوٹھ، ونگی گوٹھ، نورانی ہوٹل، ہارون آباد، امام گوٹھ، عُمر گوٹھ، گرم چشمہ، چاکر گوٹھ۔ **نارتھ کراچی میں** الجدید اسکول، یارو گوٹھ، جونیجو جماعت خانہ، خمیسو گوٹھ۔ **لیاری میں** لیاری ۳۶، خدا کی بستی، تیسر ٹاؤن فیز ٹو، مچھر کالونی، کھڈا مارکیٹ، آگرہ تاج، لی مارکیٹ، شیر شاہ پنکھا ہوٹل۔ **سرجانی ٹاؤن میں** سیکٹر D-7، سرجانی ٹاؤن، کریم ڈنو گوٹھ، یوسف گوٹھ، نصری گوٹھ سرجانی۔ **گلستانِ جوہر میں** پہلوان گوٹھ، سکندر گوٹھ۔ **ملیر میں** صاحب داد گوٹھ، آسو گوٹھ۔ **صدر ٹاؤن** میں جمشید کوارٹر۔ **شاہ فیصل کالونی میں** ملّت ٹاؤن، عظیم پورہ، ناتھا خان، گولڈن ٹاؤن، گرین ٹاؤن، ریٹا پلانٹ۔ **جمشید ٹاؤن میں** مارٹن کوارٹر۔ **لیاقت آباد** میں تایا کا ہوٹل، لیاقت آباد نمبر ۴، غریب آباد۔ **نیا گولیمار میں** گلبہار۔ **صدر ٹاؤن** میں لائنز ایریا، خداداد مسجد۔ **نارتھ ناظم آباد** میں کوثر نیازی کالونی۔

حیدرآباد: حالی روڈ، کوٹری سٹی، نورانی بستی، لطیف آباد نمبر 11، سبزی منڈی، کوٹری سائٹ، حسینی چوک، محمد مسجد نمبر 8۔

سکھر: ڈوبارو ڈ، نصرت کالونی نمبر 4، باراجی کالونی، اولڈ سکھر، میانی روڈ، ملٹری روڈ۔

لاہور: طبّیہ کالونی شرق پور، ملکانہ دروازہ حکیم گڑھی، کرشنہ فاؤنڈری بوگی وال بند، چھٹہ کالونی، گوشۂ شِفا اسپتال گلشن راوی، مدرسہ گھاٹی سنڈیاں پل۔ ایچ بلاک سبزہ زار، یاسر بلاک نشتر کالونی، ٹاؤن شپ اسکیم ٹو، ہٹر ولیج روڈ، بدین روڈ، رحمانیہ کالونی، بند روڈ، آشیانہ ہاؤسنگ اسکیم فیروز پور روڈ، رحمت علی اسپتال ٹاؤن شپ، بدین روڈ، T نمبر 4، بند روڈ۔ جامع مسجد رسول پورہ، ٹھوکر نیاز بیگ، مسلم آباد فتح گڑھ، تاج پورہ اسکیم، بابر چوک چُنگی، کچا جیل روڈ چُنگی، شیر شاہ جانی پورہ، فاروق پارک شیلر اسٹاپ، شیرا کور بند روڈ، گلشن رضوی ریاض کالونی بند روڈ۔

راول پنڈی: چاہ سلطان، آریا محلّہ، خیابان سیکٹر 3، تیموری، خیابانِ سرسیّد، آریا محلّہ نئی آبادی، ڈھوک مستقیم، کلمہ چوک، جکری روڈ، ندیم کالونی۔

ملتان: خیر پور بھٹہ، بستی جھاڑیاں والا، لطیف آباد بوسن روڈ، خیر پور بھٹہ، بستی جھاڑیاں والا، علی والا مظفر گڑھ روڈ، خانیوال روڈ، بستی شریف پورہ، نواب پور روڈ، علی والا مظفر گڑھ روڈ، خانیوال روڈ۔

اوکاڑہ: 54/2L، 36/2L ست گرا، 42/2L، 39، 3R/، 47/2L، اوکے سٹی، 25/2R، **45/2L**، 2/2L۔

فیصل آباد: منصورہ آباد، مانا والا، ستارہ کالونی، گل فشاں کالونی، **نھو چک**، فاروق آباد۔

رائولا کوٹ: چک، کھائی گگر، حسین کوٹ، وریک، کھڑک، دھمنی، ہجرہ، پانیولہ، پڑاٹ، ٹوپہ۔

پشاور: وسک روڈ، بادزئی، ٹاکال بالا، چارغو کلے، لاکاڑائی، ریگی، زکم آباد، لاڑاما، پلوسی۔

کوئٹہ: پشتون آباد، فقیرآباد، بادشاہ آغا، کلی ریگی ناصراں، نواں کلی۔

اگر آپ یا آپ کے کسی عزیز و اقارب نے اس سہولت سے استفادہ کیا ہے، تو ہمیں اپنی رائے سے آگاہ کریں، تاکہ ہم اس فلاحی کام کو مزید بہتر طریقے سے انجام دینے کی کوشش کریں۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان
16 ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، طارق روڈ، پی ای سی ایچ، بلاک 2، کراچی۔

HAMDARD FOUNDATION PAKISTAN